خصوصی شمارہ

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 ربیع الثانی 1439ھ بمطابق فروری 2018ء شمارہ 12

ماہنامہ شریعت کے چھ سال

امارت اسلامیہ کا امریکی عوام کے نام کُھلا خط !

امریکا افغان جنگ ہار گیا

وہائٹ ہاؤس میں شکست کی گونج

امارت اسلامیہ کا مؤقف اور ماہنامہ شریعت

ماہنامہ شریعت کی کامیابی کا سفر جاری

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اَتَيتُ لَيلَةَ اُسرِیَ بِیْ عَلٰی قَومٍ بُطُونُهُم كَالبُيُوتِ فِيهَا الحَيَّاتُ تُرٰی مِن خَارِجِ بُطُونِهِم فَقُلتُ مَن هٰؤلاء يا جبرئيل؟ قال هٰؤلاء اٰكَلَةُ الرِّبٰوا۔ [رواه احمد وابن ماجه]

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اوران میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باھر سے نظر آتے ہیں میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں [جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں] انہوں بتلایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں

فرمان امیرالمومنین شیخ الحدیث ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

اسلامی ممالک اور دنیا کی حریت پسند اقوام کو میرا پیغام ہے کہ ہماری جدوجہد کوئی غیر شرعی جنگ یا ناجائز مفادات پر مبنی بغاوت ہے اور نہ ہی شرعی فتوی کے بغیر محض جذبات کا اظہار ہے، بلکہ افغانستان پر حملہ ہوا ہے اور افغان عوام کے دین، فکر اور حریت پسند مزاج کے خلاف ایک اسلام مخالف نظام کو چند کٹھ پتلیوں کے ذریعے سے ٹینک، توپ اور طیاروں کے بل بوتے پر افغانستان پر مسلط کیا گیا ہے۔ اسلامی نظام اور افغانستان کی آزادی ہمارا مذہبی اور انسانی حق و فریضہ ہے۔ اسلامی ممالک اور دنیا کی آزاد اقوام کو چاہیے کہ اپنے انسانی و دینی فریضے کی بنیاد پر ہمارے اس برحق مدعا کی حمایت کریں۔ اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے افغانستان کے مظلوم عوام کی حمایت کی طرف توجہ دیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۶ / ربیع الثانی ۱۴۳۹ / فروری ۲۰۱۸ / شمارہ ۱۲

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

ماہنامہ شریعت کے چھ سال 2
امریکا جنگ نہیں جیت سکے گا! 3
ایران میں مظاہرے اور حقائق 6
امارت اسلامیہ کا موقف اور ماہنامہ شریعت 8
انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل پر حملے کے مثبت نتائج 10
ماہنامہ شریعت کی کامیابی کا سفر جاری ہے 11
افغان مسائل کے ذمہ دار کٹھ پتلی ہیں 12
امارت اسلامیہ کا امریکی عوام کے نام کھلا خط! 13
بیت المقدس کا قضیہ 17
امریکا انصاف کا کھلا دشمن 18
میڈیا کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے 19
ناکام حکمت عملی اور صحرائی طوفان 21
امن کے جھوٹے علمبردار 23
امریکی استعمار کی شکست کی بازگشت 24
عالمی نظام روبہ زوال ہے 25
2017 میں شہری ہلاکتوں کی چند مثالیں 26
وہائٹ ہاؤس میں شکست کی گونج 27
مسلم خواتین ہوشیار رہیں! 28
2017: دشمن کے جیل خانے اور جرائم 30
سانحہ بند تیمور اور خاموش میڈیا 32
گزشتہ سال کا امریکا 33
امریکا اپنے نقصانات چھپاتا ہے 34
ہندومت کا مقدر شکست ہے 35
ٹرمپ کی حکمت عملی ناکام ہوگئی! 36
افغانستان میں ہلاک امریکی فوجی! 38
امریکا افغانستان میں بدامنی چاہتا ہے 39
جنگی جرائم (دسمبر) 40

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

ماہنامہ شریعت کے چھ سال

رب کریم کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ماہنامہ شریعت کے 71 شماروں کی اشاعت کی توفیق بخشی۔ زیر نظر شمارہ ماہنامہ شریعت کا 72 واں شمارہ ہے جس کے ساتھ ماہنامہ شریعت کے چھ سال پورے ہو جائیں گے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

چھ برس قبل انتہائی اہم ضرورت کے پیش نظر نہایت بے سرو سامانی، تہی دستی اور ناموافق حالات میں محض اللہ تعالی کے بھروسے، سے ماہنامہ شریعت کی اجراء کا فیصلہ ہوا اور پھر فوراہی عملی اقدامات کرتے ہوئے ہم فروری 2012 میں پہلا شمارہ منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوگئے۔ حالات، وسائل اور افرادِ کار کو دیکھتے ہوئے ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سلسلہ جاری رہ پائے گا اور اسے اس قدر پذیرائی ملے گی۔ لیکن اللہ تعالی کے فضل و کرم اور مخلص مسلمانوں کی دعاؤں اور تعاون سے ماہنامہ شریعت کی اشاعت تاحال جاری ہے اور کبھی تعطل کا شکار نہیں ہوئی بلکہ خوش قسمتی سے ہر ماہ تعداد میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہا۔

محترم قارئین خوب جانتے ہیں کہ اسلام دشمن عالمی میڈیا دنیا کو اسلام اور مسلمانوں اور خاص کر مجاہدین کی جو تصویر دکھارہا ہے وہ انتہائی بھیانک اور خوف ناک ہے، آئے روز مجاہدین کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے، اسلام اور مسلمانوں کی مسخ کردہ تصویریں، تشویش، پریشانی اور بے چینی میں مبتلا کرنے والے جھوٹے واقعات مغربی اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کا حصہ بنتے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ ہم پر صلیبی قوتوں کی جانب سے مسلط کردہ جنگ کو مقدس اور حق بجانب جبکہ ہماری طرف سے اپنی دفاع کے لئے لڑی جانے والی حق و صداقت کی جنگ کو دہشت گردی اور فساد کے نام سے یاد کرتا ہے۔ وہ دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ امارت اسلامیہ پوری دنیا کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے اور امریکہ اور اس کے اتحادی اس خطرے سے نجات دینے کے لئے افغانستان آئے ہوئے ہیں، جس سے ہماری نوجوان اور خالی الذہن نسل بری طرح متاثر ہو رہی ہے اور جس کے برے اثرات ہمیں اپنے ارد گرد کے ماحول اور مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ پر بھی دیکھ رہے ہیں۔

مغربی میڈیا کے ان برے اثرات کو زائل اور کم کرنے، مسلمانوں کو ان گمراہ کن پروپیگنڈوں سے بچانے اور عوام تک صحیح فکر، اصل حقائق اور درست انداز میں مجاہدین کی کارروائیاں پیش کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کی نگرانی میں پشتو، فارسی اور عربی میں مجلات جبکہ انگریزی میں ویب سائٹ موجود ہے۔ ضرورت تھی کہ اردو پڑھنے اور سمجھنے والے مسلمان بھائیوں کے لئے ایک اردو مجلہ بھی ہو۔ لہذا اللہ تعالی کا نام لے کر ماہنامہ شریعت جاری کرنے کا فیصلہ ہوا۔

الحمد للہ ماہنامہ شریعت کی اجراء سے لے کر موجودہ شمارے تک ہم برابر اپنے قارئین کی خدمت میں ہیں، مجاہدین کی جہادی کارروائیوں کی تفصیلات، دشمن کے پروپیگنڈوں کے جوابات، بزدل دشمن کے فرار کی لحہ بہ لحہ کی خبریں، دشمن کو پہنچنے والے جانی و مالی نقصانات اور دنیا بھر میں ہونے والی دشمن کی جگ ہنسائی اور افغانستان کی اصل صورتحال و حقائق اور پنے اصولی موقف سے آپ کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

ان 6 برس میں ماہنامہ شریعت کی مسلسل پیش قدمی اور قارئین کی تعداد میں اضافہ یہ ثابت کرتا ہے کہ امارت اسلامیہ کا پلڑا نہ صرف میدان جنگ میں دشمن پر بھاری ہے بلکہ صحافتی میدان میں بھی وہ دشمن کو مغلوب کئے ہوئے ہے، وہ دشمن کی جنگی چالوں سے آگاہ اور دندان شکن جواب دینے کی قوت سے مالامال ہے۔

ہم یہ بات قارئین کرام کے علم میں لانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ماہنامہ شریعت کی اجراء سے ہمارا مقصد آپ کو افغانستان کے حقیقی صورتحال اور امارت اسلامیہ کے پیغام و موقف اور دشمن کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ رکھنا ہے نہ کہ ادبی لطائف اور چٹکلے شائع کرنا۔ اس لئے اگر اس حوالے سے آپ مجلہ میں کمی محسوس کرتے ہیں تو اس سے صرف نظر کیجئے گا۔ باقی ہم اپنے اصل مقصد میں کس حد تک کامیاب ہیں وہ آپ جانتے ہیں اور مناسب سمجھیں تو اپنے تاثرات ای میل پر ہمارے ساتھ شریک کر سکتے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ تعالی آپ کا، ہمارا اور تمام مسلمانوں کا حامی و ناصر ہو۔

ممتاز تجزیہ کار
موسیٰ فرہاد
کی شریعت سے خصوصی گفتگو

امریکا جنگ نہیں جیت سکے گا!

سوال:

2017 گزر چکا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس سال جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے خلاف مجاہدین کا عمومی جذبہ کیا رہا، جن خاص حکمت عملیوں سے دشمن کو گھیرا گیا، کیا وہ کامیاب رہیں؟

جواب:

امریکا کی قیادت میں افغانستان پر نیٹو سے مقابلہ عسکری نقطہ نگاہ سے ہرگز قابل یقین نہیں تھا۔ افغانستان میں مجاہدین یہ سب کر دکھانے میں اس لیے کامیاب ہوئے کہ ان کی پشت پر عقیدے کی طاقت ہے۔ جو لوگ اپنے مبارک عقیدے کی بنیاد پر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں، وہ ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ کبھی اپنا حوصلہ نہیں ہارتے۔ حق و باطل کے درمیان مقابلہ ہمیشہ اسی بنیاد پر ہوتا رہا ہے۔ مجاہدین بہت اونچے حوصلے اور جذبے سے اپنی جنگ آگے بڑھا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اپنے وطن کی آزادی کی خاطر ایک ایسے دشمن سے جہاد کر رہے ہیں، جس نے ہم پر جارحیت کی ہے۔ ہمارے کا خود مختار اسلامی نظام ختم کیا۔ اس لیے افغانستان کے 17 سالوں، خصوصا 2017 میں امریکی جارح اور ان کے داخلی حامیوں کو سب سے زیادہ مجاہدین کے بلند حوصلوں اور بلند مورال نے پریشان رکھا ہے۔ دشمن نے اس مقصد کے لیے بہت زیادہ حربے استعمال کیے کہ مجاہدین کو کمزور کر دیا جائے۔ اس سب کے باوجود دشمن کو مایوسی کا سامنا رہا ہے۔

دوسری طرف مجاہدین کی مضبوط تکنیکی مزاحمت ہے، جس نے بیرونی اور اندرونی دشمن کو پریشان کر رکھا ہے۔ مجاہدین کی آفیشل سالانہ رپورٹ کے اکثر حصے کی تائید بیرونی اور غیر سرکاری ذرائع نے بھی کی ہے۔ مجاہدین نے گزشتہ سال دشمن پر 7503 حملے کیے تھے۔ 289 بیرونی اور 14 ہزار 983 داخلی فوجی، پولیس اور اربکی مارے گئے۔ کم و بیش اتنی ہی تعداد میں زخمی ہوئے۔ 4 ہزار 194 اہل کار فوج سے مستعفی گئے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 13 ہیلی کاپٹر اور 7 جاسوسی طیارے گرائے گئے ہیں۔ 2 ہزار 976 عسکری وسائل تباہ ہوئے ہیں۔ سب سے اہم یہ کہ دشمن کے 408 کمانڈر بھی مارے گئے ہیں۔ جن میں صوبوں اور ضلعوں کے گورنرز، آئی جی پولیس، عسکری گروہوں اور مختلف تشکیلات کے کمانڈر، انٹیلی جنس، پولیس اور اربکیوں کے کمانڈر شامل ہیں۔ مجاہدین کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی مزاحمت بہت مضبوط ہے۔ دشمن کی اتنی بڑی طاقت کے باوجود اسے کتنا بڑا نقصان پہنچا ہے۔ یہ وہ نکات ہیں، جن سے امریکا اور اس کے داخلی حامی تشویش میں مبتلا ہیں۔

سوال:

گزشتہ سال امریکا اور کابل انتظامیہ نے سیاسی میدان سمیت میڈیا پر اپنی پوری طاقت اس بات پر صرف کر ڈالی کہ افغانستان میں اپنی شکست اور ناکامی کو خوب صورت الفاظ کا لباس پہنا کر شرمندگی چھپائی جائے۔ مثال کے طور پر اس جنگ کو پڑوسی ملک پاکستان کی کارستانی کہا جائے۔ آپ کے خیال میں امریکا کی ان حرکتوں اور سازشوں کے بنیادی اہداف کیا ہیں؟ کیا واقعتا پاکستان کا حالیہ جنگ میں اس قدر کردار اور ایسی مداخلت ہے، جیسا کہ امریکا اور کابل انتظامیہ کہتی ہے؟

جواب:

میرے خیال میں اس طرح کے الزامات 17 سال سے لگ رہے ہیں۔ اس طرح کے پروپیگنڈے دو مقاصد کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امریکا اور اس کے طیاروں کے زور پر قائم ہونے والی انتظامیہ جارحیت کے آغاز میں یہ سمجھ رہی تھی کہ ان کے خلاف مقابلہ پوری دنیا بھی نہیں کر سکتی تو افغان عوام کیسے کامیاب ہوں گے؟! امریکا اور روس میں بہت فرق ہے۔ یہ شکست امریکا کے لیے عالمی سطح پر عزت کا مسئلہ بن چکی ہے۔ وہ کمزور فریق کے مقابلے میں شکست کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے مجاہدین کی فتح کو کبھی پاکستان کی طرف منسوب کرتا ہے، کبھی ایران اور کبھی کسی اور جانب۔ دوسرا ہدف یہ ہے کہ امریکا نے نیٹو کی مدد سے افغانستان پر

جارحیت کی ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسی ظالمانہ جنگ کے خلاف جہاد کیا جائے۔یہی وجہ ہے عوام مجاہدین کی مزاحمت کے پیچھے اس قدر مضبوطی سے کھڑے ہیں کہ گزشتہ سترہ سال میں طاقت اور دولت کی پوری زور آزمائی کے باوجود امریکا اوراس کی کٹھ پتلی انتظامیہ ناکام رہی ہے۔

اس لیے کٹھ پتلی حکام پروپیگنڈا کررہے ہیں کہ مجاہدین پاکستان سے تعلق رکھتے یا اس کے مفادات کے لیے لڑتے ہیں۔ چین سے تعلق رکھتے ہیں یا روس سے یا کسی اور ملک سے جُڑے ہوئے ہیں۔وہ چاہتے ہیں اس طرح سے عوام میں انتشار اور خدشات پیدا کیے جائیں۔ انہیں یہ تاثر دیا جائے کہ یہ جہاد اس طرح کی شرعی حیثیت نہیں رکھتا، جس طرح کہ ہم اب تک سمجھتے رہے ہیں۔ جارحیت پسندوں کی یہ کوششیں مکمل بے فائدہ ہو چکی ہیں۔ اُن کے خلاف دن بدن عوام میں نفرت بڑھ رہی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں 2002 اور 2003 کے بعد جب سے مجاہدین کے گوریلا حملے شروع ہوئے ہیں، دشمن کا قبضہ سمٹا ہوا چند شہروں میں کنکریٹ کی دیواروں کے حصار تک باقی رہ گیا ہے۔

سوال:

امارت اسلامیہ پر ہمیشہ یہ اعتراضات کیے جاتے ہیں کہ اسے عسکری وسائل پاکستان کی انٹیلی جنس فراہم کرتی ہے۔آپ ان الزامات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر یہ الزامات غلط ہیں تو پھر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو اسلحہ ودیگر وسائل کہاں سے ملتے ہیں؟

جواب:

اگر یہ بات سچ ہوتی کہ مجاہدین کو عسکری تعاون اور وسائل پاکستان یا کوئی اور ملک دیتا ہے تو دو باتیں ضرور ہوتیں۔ایک یہ کہ ممکن ہے یہ جنگ اتنی طویل نہ ہوتی۔ ممکن تھا کہ جدید اسلحے کے زور پر امریکا کو بہت پہلے یہاں سے نکال باہر کیا جاتا۔دوسری یہ کہ امریکا اور نیٹو کے انٹیلی جنس ادارے ان 17 سالوں میں ضرور اس عسکری تعاون کا کوئی نمونہ دکھانے میں کامیاب ہوپاتے، مگر وہ اب تک ایسا کوئی نمونہ دکھانے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ کیوں کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔البتہ اتنا ہے کہ مجاہدین کو بہت سے ممالک کی سیاسی اور اخلاقی حمایت ضرور حاصل ہے۔ جیسے چین، پاکستان، روس، وسطی ایشیائی ممالک، ایران وغیرہ۔ چوں کہ یہ سب امریکی جارحیت کے خلاف ہیں۔افغانستان میں امریکی موجودگی ان کے مفادات کے خلاف ہے۔ امریکا کو افغانستان پر حملے کا کوئی جواز نہیں تھا۔اس لیے مذکورہ پڑوسی ممالک افغان عوام کی مزاحمت کو ایک جائز دفاعی جنگ قرار دیتے ہیں۔ مجاہدین کی قیادت میں لڑی جانے والی اس جنگ کی سیاسی اور اخلاقی حمایت اپنے مفاد میں سمجھتے ہیں۔اگرچہ ان کی طرف سے مکمل اور پختہ حمایت اب تک سامنے نہیں آئی۔ امریکا یا کابل انتظامیہ جن ممالک پر مجاہدین کے تعاون کا الزام لگاتے ہیں وہ دراصل ان ممالک کی جانب سے مجاہدین کی سیاسی حمایت کو اپنا نقصان سمجھتے ہیں۔ اس لیے عسکری وسائل کی ترسیل کے الزامات لگاتے ہیں۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ مجاہدین کو جنگی وسائل کہاں سے ملتے ہیں تو سب سے بہتر امریکی اور کابل فوج جانتی ہے کہ مجاہدین کون سا اسلحہ استعمال کرتے اور کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟!

حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین جنگ میں آرپی جی راکٹ، مشین گن، کلاشنکوف اور اس طرح کا دیگر اسلحہ استعمال کرتے ہیں، جو سوویت یونین دور سے پورے افغانستان میں وسیع پیمانے پر دستیاب ہے۔ان سب کے ساتھ مجاہدین کی اپنی اختراع بارودی سرنگ ہے، جس نے دنیا کی سب سے ترقی یافتہ فوج کو حیران کررکھا ہے۔ مجاہدین نے کئی بار کہا ہے اور دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ جنگی وسائل اور اسلحہ یا تو غنیمت میں ملتے ہیں یا کبھی کابل انتظامیہ کے اہل کاروں سے معمولی قیمت پر حاصل کیا جاتا ہے۔

امارت کے ترجمان قاری یوسف احمدی نے ایک سالانہ سرکاری رپورٹ میں کہا تھا کہ صرف قندھار اور ارزگان میں گزشتہ گیارہ مہینوں کے دوران دشمن کی بیرونی و اندرونی افواج پر 504 حملے ہوئے۔ جن سے 1 ہزار 557 داخلی اور 45 بیرونی فوجی ہلاک ہوئے۔ دو اضلاع کے ساتھ 1 بریگیڈ 2 مراکز اور 104 چیک پوسٹیں فتح ہوئیں۔ جن میں افغان آرمی کی 346 گاڑیاں اور ٹینک تباہ ہوئے۔ صرف ارزگان میں 30 امریکی بکتر بند، 27 رینجر گاڑیاں، 5 لوکسل اور 33 موٹر سائیکل، سیکڑوں کی تعداد میں بڑی گولیاں اور لاکھوں کی تعداد میں چھوٹا اسلحہ اور گولیاں، بیس سے زیادہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں دیکھنے والی دوربین اور وائرلیس سیٹ غنیمت میں ملے۔اس طرح کی بہت زیادہ رپورٹیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ یہ صرف مجاہدین کے دعوے نہیں، بلکہ کچھ امریکی حکام، سیگار انتظامیہ اور عوامی جرگے کے اراکان اور مختلف ذرائع نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

سوال:

یہ نعرہ اور مطالبہ ہر طرف سے سننے میں آ رہا ہے کہ مجاہدین کو مذاکرات کرنے چاہییں۔ آپ کے خیال میں مجاہدین مذاکرات کے لیے کیوں نہیں تیار۔ کیا صلح اور مذاکرات کی باتیں دھوکہ دہی کی چال ہیں؟

جواب

مذاکرات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ دو متحارب گروہوں کے بنیادی مسئلے کا حل نکالا جائے۔ اگر مسئلہ اپنی جگہ برقرار رہے تو اس سے مذاکرات کے انعقاد کا امکان خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ افغانستان میں بڑا مسئلہ جارحیت سے پیدا ہوا ہے۔ جارحیت افغان عوام کی خود مختاری کے خلاف ہے۔ جارحیت کے اس دور میں افغانستان پر ایک ایسی انتظامیہ حاکم ہو گئی ہے، جس نے کرپشن اور بدامنی کے علاوہ افغانستان کو کچھ نہیں دیا۔ افغانستان دنیا بھر میں اسی کرپٹ نظام کی وجہ سے بدنام ہے۔ اس لیے جارحیت کا خاتمہ ہر صورت افغان عوام کی پہلی اور ترجیحی خواہش ہے۔ یہ مذاکرات کے ذریعے ہو یا جنگ کے ذریعے، جارحیت کا خاتمہ چاہیے۔ جب یہ بنیادی مسئلہ حل ہو جائے گا تو مذاکرات کے لیے ہر سطح پر بات ہو سکتی ہے۔ امارت کے اعلامیوں اور بیانات میں یہی بات کہی جاتی رہی ہے کہ مذاکرات کے فوجی انخلا بنیادی شرط ہے۔

امریکا کی جانب سے جنگ کے لیے نئی اسٹریٹیجی کا اعلان ہوا ہے۔ فوج، ٹینک اور طیارے بھیجے جا رہے ہیں۔ افغانستان کی فضا مشرق سے مغرب تک قبضے میں لے رکھی ہے۔ ایک مہینے میں 700 سے 1600 تک بم گرا دیے ہیں۔ 362 امریکی چھاپے مار رہے ہیں۔ ستم یہ کہ مذاکرات کی بات بھی کی جاتی ہے۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ کابل انتظامیہ کے آگے ہتھیار ڈال دو اور بیرونی جارحیت کو من و عن تسلیم کر لیا جائے۔ اس طرح کے مذاکرات کا مطالبہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ جارحیت پسند مذاکرات کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔ مجاہدین اس بات پر مجبور ہیں کہ اپنی دفاعی جنگ جاری رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں قوم کی مضبوط حمایت حاصل ہے۔ ان کی اخلاقی اور سیاسی حمایت بھی آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے۔

سوال

امریکا اور دیگر قوتوں نے بہت کوشش کی کہ امارت اسلامیہ میں تفریق ڈالی جائے۔ مختلف ناموں سے تقسیم کر دیا جائے۔ یہ حربے کتنے کارگر اور مؤثر تھے۔ آپ کے خیال میں اس وقت امارت اسلامیہ کی قیادت اپنے ماتحت افراد پر کس قدر اتھارٹی رکھتی ہے؟

جواب

یہ فطری بات ہے کہ ہر کوئی ہمیشہ اپنے دشمن کو منتشر اور غیر متفق دیکھنا چاہتا ہے۔ امریکا اور کابل انتظامیہ کے حکام کی یہ سب سے بڑی کوشش ہے کہ وہ کسی طرح مجاہدین کو ٹکڑوں میں بانٹ دیں۔ اس کے لیے بہت سے میڈیا ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ کابل انٹیلی جنس اداروں کی جانب سے بڑے عرصے سے جعلی پمفلٹ شائع کر کے مختلف علاقوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ جن میں مجاہدین کے آپس کے اختلافات کی باتیں بھی گھڑی گئی ہیں۔ اب تمام لوگ ان جعل سازیوں کو جاننے لگے ہیں۔ اس طرح کی بے فائدہ کوششیں اس بات کی غماز ہیں کہ مجاہدین کی منظم صف انہیں بہت دُکھ دیتی ہے۔ اس سلسلے میں امریکا کٹھ پتلی حکومت نے بڑے پیمانے پر کوششیں کیں۔ نتیجہ کچھ بھی ثابت نہیں نکلا۔ امارت اسلامیہ کی صف شریعت کے اصولوں کی روشنی میں بنی ہے۔ امیر اور ان کے حکم کی اطاعت سب سے اہم ہے۔ اس کی تمام تر کوششیں دینی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ اس لیے دشمن کی یہ امیدیں ہمیشہ ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ جب تک مجاہدین کی صف اپنے اصلی شرعی اور ملی منہج پر قائم ہے، تفرق، اختلاف اور ٹکڑے ہونے کے امکانات کبھی بھی سامنے نہیں آئیں گے۔ اگر خدانخواستہ اپنے شرعی راستے سے ہٹ جائیں تو پھر یہ بھی دیگر نام نہاد جہادی گروپوں کی طرح وطن فروش بن جائیں گے۔

سوال:

آپ شریعت میگزین کے سالنامے کے حوالے سے کوئی مشورہ یا نکتہ دینا چاہیں؟

جواب

شریعت میگزین بہت اچھا اور خوب صورت میگزین ہے۔ ہم نے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ شریعت کا اعزاز ہے کہ اردو قارئین کو پہلی بار اس نے امارت اسلامیہ اور افغانستان کی صورت حال کے حوالے سے سچی خبریں اور رپورٹیں پہنچائی ہیں۔ بہت سی مشکلات کے باوجود اپنا قلمی جہاد جاری رکھے ہوئے ہے۔ کامیابی کا سب سے بڑا راز یہی ہے کہ حق راہ پر ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔ مزید کامیابیوں کے لیے دعاگو ہوں۔

ایران میں مظاہرے اور حقائق

شہید زوی

2011 میں تیونس سے شروع ہونے والی عرب بہار سے عرب ممالک کو شدید غیر یقینی کیفیت کا سامنا ہے۔ اب لوگ اسے 'عربوں کا خزاں' قرار دیتے ہیں۔ شیعہ دین کے رہنماؤں نے ایران کے اہم خلیجی ملک ہونے کے ناطے اپنی بیرونی اور اندرونی سیاست قبضہ جما رکھا ہے۔ یہ حالت ایران کے وسعت پسندوں اور جمہوریت پسندوں کی بڑی ناراضی کا ذریعہ بن ہے۔ عربوں کی موجودہ صورت حال کے سبب ایران میں بھی ناراض جمہوریت پسندوں کی اُٹھان کا خطرہ محسوس کیا جاتا رہا۔ ایرانی حکومت کے شدید رد عمل کے خوف سے کوئی حکومت مخالف مظاہرے سامنے نہیں آسکے۔

اب جب کہ عرب بہار کی بات پرانی ہو چکی ہے اور ان تحریکوں کے نتائج اور نقصانات بھی لوگوں نے دیکھ لیے ہیں تو ایران کے حالیہ مظاہرے اور انتہائی جلدی میں بہت سے شہروں تک ان کا پھیلاؤ حیران کن ہے۔ مظاہرے کردوں کے ایک پسماندہ شہر 'کرمنشاہ' میں اجناس کی قیمتوں میں اضافے، بے روزگاری اور دیگر اقتصادی مسائل کے خلاف شروع ہوئے، مگر بہت کم وقت میں تقریباً پورے ملک میں پھیل گئے۔ دھیرے دھیرے اس میں سیاسی رنگ بھی نظر آنے لگا ہے۔ جب کہ شدت پسند شیعہ رہنماؤں اور حکام کے خلاف پوری جرأت سے نعرے بلند کیے جا رہے ہیں۔ حالیہ مظاہرے مرغی کے انڈوں کی قیمت میں ایک دم چالیس فیصد اضافے پر شروع ہوئے تھے۔ کرد اور بلوچ آبادی کی ترقی پر حکومت کی عدم توجہ اور ناروا سلوک بھی اس تحریک کا سبب ہے۔ عام ایرانیوں کی بے اطمینانی اور غم و غصے کی ایک وجہ یہ خیال بھی ہے کہ امریکا کے ساتھ ہونے والے ایٹمی ہتھیاروں کے معاہدے کے بعد ایران سے اقتصادی پابندیاں اٹھا دی جائیں گی۔ بڑی مثبت تبدیلی دیکھنے کو ملے گی، مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ غریب اور متوسط زندگی گزارنے والے ایرانیوں نے صدر حسن روحانی کو دوبارہ ووٹ اسی امید پر دیے کہ وہ مغرب سے قربت اور ایٹمی مسئلے کے حل کے بعد ایران کی اقتصادی ترقی اور عوامی معیار زندگی بہتر کرنے کے لیے انقلابی اقدامات کریں گے۔ جب کہ حسن روحانی کی دوبارہ آمد کے بعد نہ صرف ان کی امیدیں پوری نہیں ہوئیں، بلکہ ایرانی کرنسی کی قدر میں کمی اور پولی انفلیشن کے بعد اجناس کی قیمت میں اضافے سے غریب ایرانیوں کے اقتصادی مسائل بھی بڑھ گئے۔ ایرانی مبصرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کچھ اقتصادی پابندیوں کے خاتمے کے بعد ایران نے اقتصادی ترقی کا آغاز کر دیا ہے۔ بیرونی سرمایہ کاروں نے بھی یہاں کا رخ کرنا شروع کیا ہے، مگر اقتصادی ترقی کے اثرات عام لوگوں کی زندگیوں میں نظر نہیں آتے۔ مزدوروں کے معاوضے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ بے روزگاری کی شرح بھی اُسی طرح توجہ طلب ہے۔ علاوہ ازیں حکومتی اداروں میں کرپشن بھی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ غریب اور امیر کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ اس لیے عام ایرانیوں کا رد عمل بھی فطری تھا۔ اسی لیے اب ایرانی سڑکوں پر گاڑیوں کے بجائے شیعہ رہنماؤں کے جبر تلے پِسے ہوئے انسان دہائیاں اور بددعائیں دیتے نظر آتے ہیں۔ ایرانی نوجوانوں میں شدت پسند شیعہ ملاؤں کے خلاف نفرت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

2009ء میں ہونے والے مظاہروں اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بات بہت بجا معلوم ہوتی ہے کہ ایرانی حکام کے مفادات و افکار اور عوام کے مطالبات و احساسات کے درمیان بہت گہرا فرق ہے۔ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت ان کے مطالبات پورے کرنے سے عاجز ہے یا انہیں توجہ نہیں دیتی۔ موجودہ احتجاج 2009 کے مظاہروں کی نسبت چھوٹا ہے۔ 2009 کے مظاہروں میں ڈھائی سے تین ملین افراد نے شرکت کی تھی۔ جب کہ حالیہ مظاہروں میں شرکاء کی تعداد ہزاروں میں رہی ہے۔ البتہ موجودہ مظاہروں کی خاص بات یہ ہے کہ یہ پورے ملک

میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر شہر اور بستی میں احتجاج دیکھنے میں آرہا ہے۔ بہت سے ایرانی تجزیہ کاروں اور حکومتی حامیوں کی رائے ہے کہ اس کے پیچھے شدت پسند شیعہ حلقوں کا ہاتھ ہے، جو چاہتے ہیں کہ حسن روحانی حکومت کو دباؤ میں لاکر ان اقدامات کا راستہ روکیں، جو دینِ شیعت کے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔

اندرونِ خانہ معاملہ جو بھی ہو، بہر حال یہ احتجاج عوامی بیداری کی جانب ایک قدم ہے۔ حکومت نے پوری طاقت لگاکر ان مظاہروں میں نظر آنے والی نفرت کو دبانے کی کوشش کی ہے، مگر بے سود! احمدی نژاد نے 2009 میں ایران کے صدارتی انتخابات میں دوسری بار کامیابی حاصل کی تو ان پر الزام تھا کہ انہوں نے انتخابی نتائج میں مداخلت کی ہے، جس پر ان کے خلاف بڑے شہروں میں بڑے مظاہرے شروع ہوگئے۔ حکومت نے طاقت اور جبر کے ذریعے عوامی تحریک کو دبایا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حامیوں کے ذریعے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ تب عوام تقسیم ہوگئے تھے۔ شہروں اور متوسط زندگی گزارنے والے حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے تھے، جب کہ شہروں سے دور دیہاتی لوگ اور مذہبی لوگ احمدی نژاد کی حمایت میں باہر نکل آئے تھے۔ البتہ اب ایسا نہیں ہے۔ اگرچہ سڑکوں پر نکلے ہوئے لوگ بہت کم ہیں، مگر سب حکومت مخالف ہیں۔

ان مظاہروں میں پہلی مرتبہ دیکھا گیا کہ ایران کی سڑکوں پر آیت اللہ خامنہ ای کی تصویریں جلائی گئیں۔ اس کے خلاف نعرے لگائے گئے۔ عام مظاہرین نے حسن روحانی کے خلاف نعرے لگائے ہیں اور نہ کوئی ایسا نعرہ سننے میں آیا ہے، جس میں حسن روحانی حکومت کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔ مغرب نے ایرانی مظاہرین کے مطالبات جانے بغیر اُن کی حمایت کر دی۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ بھی شام اور یمن طرز کے مظاہرے ہیں۔ اس سے حکومت کمزور یا ختم ہو جائے گی۔ ایران میں بھی ہنگامے اور انارکی پھیل جائے گی۔ جس سے مشرق وسطی مزید کمزور ہوگا، جس سے ان کے منصوبوں کی تکمیل کا راستہ ہموار ہوگا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس امریکا نے برما، شام، افغانستان، عراق اور انڈیا میں بے گناہ شہید کیے جانے والے مسلمانوں کا حال نہیں پوچھا، اُسے ایران میں 11 بندوں کی ہلاکت سے صدمے کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ اس نے فوراً سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلایا اور اپنے مؤقف پر اصرار کیا کہ ایران میں ہونے والے مظاہرے شام کے مظاہروں کی طرح ہیں۔ جس سے اس بات کا مضبوط اندیشہ ہے کہ ایران میں بھی شام جیسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔

دوسری طرف ایران نے امریکی مؤقف کی شدت سے تردید کرتے ہوئے سلامتی کونسل کے اجلاس کا مطالبہ امریکا کی غلطی قرار دیا۔ اُس نے کہا کہ ہمارے پاس مضبوط شواہد ہیں کہ ان مظاہروں کے لیے باہر سے ہدایات مل رہی ہیں۔ روس اور فرانس نے امریکا کی مخالفت کی ہے۔ اجلاس طلبی کو سلامتی کونسل کی حدود سے تجاوز قرار دیا ہے۔ اقوام متحدہ میں فرانس کے مندوب فرانسواوت نے کہا ہے کہ ان کا ملک ایران میں ہونے والے مظاہروں میں تشدد کے حوالے سے تشویش رکھتا ہے، مگر یہ مظاہرے ایسے نہیں ہیں، جن سے دنیا کے امن کو خطرہ ہے۔ اسی طرح روس کے نمائندے ویسلے نبینز نے اجلاس طلبی کو امریکا کی جانب سے سلامتی کونسل کا غلط استعمال قرار دیا۔ ان مظاہروں کے حوالے سے ایران نے جو کچھ کہا ہے، وہ بھی ہمیشہ کی طرح جان چھڑانے اور مظاہرین کے خلاف تشدد کا جواز پیدا کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ ایران کے وزیر خارجہ جواد ظریف نے مظاہروں میں مغرب کے ملوث ہونے کی بات کی ہے، مگر اندرونی طور پر حسن روحانی انتظامیہ اسے شدت پسندوں کی کارستانی قرار دیتی ہے۔ حتیٰ کہ سابق شدت پسند صدر احمدی نژاد پر اس کے الزامات لگائے گئے ہیں۔

جب عرب دنیا میں کسی ڈکٹیٹرز کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے تو الزام اسلامی بنیاد پرستوں پر ڈالا جاتا ہے۔ جب کہ ایران میں حکومت کے غیر مناسب اقدامات اور سیاسی تزویراتی کوششوں کے خلاف جو تحریک اور آواز اٹھتی ہے، اسے دبانے کے لیے مغرب، مذہب دشمن اور انقلاب کے اہداف اور کامیابیوں کے مخالف کے نعرے اٹھاکر مظلوموں کو مزید دبایا جاتا ہے۔

ایران کو چاہیے حقائق سے انکار کا رویہ چھوڑ دے۔ سنی کردوں اور بلوچوں سمیت تمام ایرانی طبقات کی محرومیت ختم کرنے کے لیے فوری اقدامات کرے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایسے مظاہرے بیرونی سازش کے بجائے ایرانی عوام کی سال ہا سال کی مظلومیت کا لاوا ہے۔ حکومت اِس عوامی لاوے کے آگے بند باندھنا چاہتی ہے، مگر یہ اصل حل نہیں ہے۔ جب تک ایران میں شیعہ رہنماؤں کا ظلم جاری رہے گا، نسلی اور مذہبی تفریق برقرار رکھے جائے گی، ایسی تحریکیں سر اٹھاتی رہیں گی۔

امارت اسلامیہ کا مؤقف اور ماہنامہ شریعت

اکرم تاشفین

دن یا بھر کے مختلف خطوں میں مختلف ناموں اور نعروں سے جہادی تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ ہر شخص اپنی مرضی سے کام کر رہا ہے۔ کون صحیح ہے اور کون غلط، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ اپنا ایک مزاج اور طریقہ کار رکھتی ہے۔

امارت اسلامیہ نے ہمیشہ بے جا شدت، وحشیانہ پن اور فرقہ واریت سے احتراز کیا ہے۔ ایک عام مسلمان شہری، چاہے وہ جس بھی خطے کا بھی ہو، اسے احترام اور وقعت دی ہے۔ کسی کے بارے میں تکفیر تو کجا، بے وقعتی یا بے دینی کی بھی رائے نہیں دی۔ امارت اسلامیہ کی قیادت نے ہمیشہ صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا ہے۔ ہمارا واحد مقصد افغانستان کی سرزمین پر قابض جارح قوتوں کا انخلا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ نے اپنے پیغامات میں عوام کے سامنے بارہا واضح کیا ہے کہ 'ہم افغانستان میں ایک ایسی حکومت کا قیام چاہتے ہیں، جس میں افغانستان کے تمام طبقات کو نمائندگی دی جائے گی۔ ہم افغانستان کو معاشی اعتبار سے مضبوط سے مضبوط تر دیکھنا چاہتے ہیں۔ افغانستان کے جنگ زدہ عوام کو خوش حال، باشعور، تعلیم یافتہ، جدید ٹیکنالوجی اور وسائل سے لیس ترقی یافتہ قوم دیکھنا چاہتے ہیں۔ افغانستان کو خود مختار خطہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم افغانستان کا مستقبل سمندر پار لوگوں کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ہم چاہتے ہیں افغان عوام کے مستقبل کا فیصلہ افغان باشندوں کے ہاتھ میں رہے۔ وہ اپنے فیصلے میں آزاد ہوں کہ وہ اپنے ملک کو کیا دینا چاہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ان پر مسلط نہ ہو۔ ان کے فوجی، معاشی، سیاسی اور مذہبی معاملات، سماج و معاشرہ اور ادب و ثقافت، غرض سب غیر ملکی تسلط سے پاک ہو۔ بیرونی طاقتیں جس طرح سے یہاں کی تہذیب پر زبردستی اثرانداز ہونے کی کوشش کر رہی ہیں، مذہبی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے سیاست پر کا قبضہ جمائے ہوئے ہیں، امارت اسلامیہ اس سب کا خاتمہ چاہتی ہے۔

> زیر نظر سالنامہ در حقیقت اس سفر کی ایک منزل ہے۔ صحافت کی دنیا میں محو سفر ماہنامہ شریعت ایک اور سال طے کر چکا ہے۔ الحمد للہ! اس عاجز کو یہ فخر حاصل ہے کہ روزِ اول سے اس مجلے سے منسلک رہا ہے۔ آپ اس باپ کے بارے میں اندازہ لگائیے، جس کا بچہ اس کے سامنے زندگی کی منزلیں طے کرتا ہوا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہا ہو۔ ہماری بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ بارہا انہی صفحات پر عرض کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ عرض ہے کہ جس قدر وسائل اور افراد کی کمی ہے، وہ تو ادارہ ہی جانتا ہے۔ البتہ اللہ کا فضل ہے کہ دین کی خدمت کا کام جاری ہے۔ اللہ تعالی کی قادرِ مطلق ذات ہی اسے چلا رہی ہے۔ کیا بجٹ، کیا وسائل، کیا ٹیم... اللہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو یہ سلسلہ بہت جلدی رُک جاتا۔ اچھے اچھے وسائل والے اداروں کو دیکھا ہے، جنہوں نے اخبارات اور رسائل کا آغاز کیا، مگر چار سال بھی پورے نہیں کر پائے۔

عالمی دنیانے کوئی ایسا ظلم نہیں چھوڑا، جسے امارت اسلامیہ پر نہ ڈھایا ہو۔ تشدد کا کوئی طریقہ رہنے نہیں دیا۔ امریکا نے بلا دلیل و حجت، بلا عدالت و نظامِ انصاف امارت اسلامیہ کے رہنماؤں اور مجاہدین کو پکڑا۔ سزا دی اور شہید کیا۔ اس سب کے باوجود آج بھی امارت اسلامیہ مذاکرات اور امن کی دعوت دیتی ہے۔ جنگ پر اصرار نہیں کرتی۔ اگرچہ امریکا ہمیشہ سے مذاکرات کی بات کرتا آیا ہے، مگر وہ کبھی مذاکرات کے لیے مخلص نہیں رہا۔ بارہا مذاکرات کے نام پر اپنی مرضی مسلط کرنے کے لیے ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ چور دروازوں سے امارت اسلامیہ کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امارت اسلامیہ نے ہمیشہ اصولی مؤقف دنیا کے سامنے رکھا ہے کہ قطر میں ہمارا سیاسی دفتر موجود ہے، جس کو مذاکرات کرنے ہوں، وہاں چلا جائے۔ اس کے علاوہ نہ کہیں مذاکرات ہوں گے، نہ مذاکرات کے کوئی دوسرے ذرائع ہیں۔ امارت اسلامیہ کا مؤقف عسکری سمیت سیاسی اور سفارتی محاذ پر بھی ہمیشہ دوٹوک رہا ہے۔

ایسے واضح سیاسی اور سفارتی مؤقف کو قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ امارت کے مؤقف کی غلط تاویلات کی گئیں۔ لوگ ہر طرح کے شکوک و شبہات پر یقین کر لیتے تھے۔ چوں کہ اردو دان طبقے کے پاس امارت اسلامیہ کا مؤقف جاننے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ مختلف ناموں کے ساتھ شائع ہونے والے رسائل امارت اسلامیہ کی نمائندگی کے دعوے دار بن کر سامنے آ رہے تھے۔ جس سے امارت اسلامیہ سے متعلق خلفشار پھیل رہا تھا۔ کون صحیح ترجمانی کر رہا ہے، کون انتشار پھیلا رہا تھا، اس سے قطع نظر امارت اسلامیہ کی ضرورت تھی کہ وہ اپنی ترجمانی خود کرے۔ اسی لیے امارت نے فیصلہ کیا اردو طبقے کے لیے ہمارے مؤقف کی وضاحت کے لیے 'ماہنامہ شریعت' کا اجرا کیا جائے۔ اس اقدام کا فائدہ یہ ہوا کہ امارت اسلامیہ کو اردو صحافت کی دنیا میں بھی نمائندگی مل گئی۔ ایک ایسا ذریعہ ہاتھ آ گیا، جس سے لوگ امارت اسلامیہ کے بارے میں صحیح اور درست معلومات حاصل کر سکیں۔ چناں چہ بہت سے اردو اخبارات اور رسائل میں بڑے بڑے صحافیوں نے اپنے کالمز اور مضامین میں 'ماہنامہ شریعت' کے حوالے پیش کیے ہیں۔

زیرِ نظر سالنامہ در حقیقت اس سفر کی ایک منزل ہے۔ صحافت کی دنیا میں محوِ سفر ماہنامہ شریعت ایک اور سال طے کر چکا ہے۔ الحمد للہ! اس عاجز کو یہ فخر حاصل ہے کہ روزِ اول سے اس مجلے سے منسلک رہا ہے۔ آپ اُس باپ کے بارے میں اندازہ لگائیے، جس کا بچہ اس کے سامنے زندگی کی منزلیں طے کرتا ہوا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہا ہو۔ ہماری بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ بارہا اِنہی صفحات پر عرض کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ عرض ہے کہ جس قدر وسائل اور افراد کی کمی ہے، وہ تو ادارہ ہی جانتا ہے۔ البتہ اللہ کا فضل ہے کہ دین کی خدمت کا کام جاری ہے۔ اللہ تعالی کی قادرِ مطلق ذات ہی اسے چلا رہی ہے۔ کیا بجٹ، کیا وسائل، کیا ٹیم... اللہ کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو یہ سلسلہ بہت جلدی رُک جاتا۔ اچھے اچھے وسائل والے اداروں کو دیکھا ہے، جنھوں نے اخبارات اور رسائل کا آغاز کیا، مگر چار سال بھی پورے نہیں کر پائے۔

اللہ کی رضا کی نیت اور خدمتِ دین کا جذبہ! دنیا کا لالچ نہ ہو تو اللہ تعالی ایسے ہی مدد فرماتے ہیں۔ جب اللہ کی مدد شاملِ حال ہو جائے تو پھر وسائل کے نہ ہوتے ہوئے بھی کام بہتر سے بہتر انداز میں ہو جاتا ہے۔ افراد کی کمی کے باوجود کام معیاری ہو جاتا ہے۔ ہر طرح کے حالات کی نامساعدی کے باوجود اپنا مقصد اور مشن کامیاب رہتا ہے۔ ماہنامہ شریعت اپنے مقاصد میں کامیاب جا رہا ہے۔ اسے مزید کامیاب بنانے اور دنیا بھر میں امارت اسلامیہ کا مؤقف عام کرنے کے لیے اس کے ساتھ مزید تعاون کریں۔ جہاں موقع ملے، اس کی کاپیاں تقسیم کریں۔ لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ افغانستان کو اندر سے جاننے کے لیے اسے پڑھیں۔ امارت اسلامیہ سے مالی تعاون کر کے مجاہدین کی مدد فرمائیں۔ اللہ تعالی ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل پر حملے کے مثبت نتائج

محمد شاہد غزنیوال

مجاہدین نے رواں سال کے آغاز میں کابل کے حساس علاقے میں ایک خاص منصوبے اور حکمت عملی کے تحت انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل پر کامیاب حملہ کیا، جس میں دشمن کو بڑے پیمانے پر نقصان ہوا۔ اگرچہ انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کے لیے سخت سکیورٹی انتظام ہوتا ہے۔ جدید کیمروں کے ذریعے ہوٹل کے اندر اور باہر نگرانی کا ایک جامع سسٹم ہوتا ہے۔ 80 مسلح سکیورٹی اہل کار تعینات تھے۔ تاہم مجاہدین نے تمام رکاوٹیں عبور کرتے ہوئے کامیابی سے ہوٹل پر حملہ کیا۔ یہ ہوٹل پر ایک مثالی حملہ تھا، جس کی کئی خصوصیات مجاہدین کے لیے رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مجاہدین کو چاہیے وہ ہمیشہ ایسے کامیاب اور مثالی حملوں کے لیے حکمت عملی مرتب کریں۔

عوام کی جان و مال کی حفاظت ہر مجاہد کا اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ جب کہ امارت اسلامیہ کی قیادت بھی وقتاً فوقتاً مجاہدین کو عوام کی جان و مال کے تحفظ کی ہدایت کرتی رہتی ہے۔ انٹر کانٹی نینٹل پر حملہ کرنے والے مجاہدین نے اس اخلاقی حکم پر مکمل طور پر عمل درآمد کیا۔ فدائی مجاہدین نے حملے کے وقت مشکل حالات میں شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے بہترین اقدامات کیے، جس کے باعث شہریوں کا تحفظ یقینی بنایا گیا۔ یقیناً اس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مجاہدین حملے کی منصوبہ بندی کو کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے 17 گھنٹے تک ہوٹل میں موجود رہے۔ اس وقت میں اُن کی کوشش تھی کہ ہوٹل میں محصور شہریوں کو باہر نکال کر دشمن کو ہدف بنایا جائے۔ اس کامیاب حکمت عملی کے باعث ہوٹل کے اندر عام شہری محفوظ رہے۔

ہوٹل میں پھنسے شہریوں نے باہر آنے کے بعد قومی اور بین الاقوامی میڈیا سے گفتگو کے دوران اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ 'مجاہدین نے انہیں یقین دلایا کہ وہ صرف غیر ملکیوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔' ان کا کہنا تھا کہ 'جب مجاہدین نے حملہ کیا تو بار بار اعلان کیا جاتا رہا کہ 'افغان شہری غیر ملکیوں سے الگ ہو جائیں۔' فدائی مجاہدین کا یہ اعلان عام شہریوں کے لیے اطمینان اور دفاع کا سبب بنا۔ ہوٹل میں موجود عام شہریوں کا خیال تھا کہ مجاہدین انہیں بھی نشانہ بنائیں گے۔ وہ بغیر شناخت کے سب کو مار دیں گے۔ البتہ جب مجاہدین نے یہ اعلان کیا کہ 'افغان شہری غیر ملکیوں سے علیحدہ ہو جائیں' تو ہوٹل میں موجود عام شہریوں کو یقین ہو گیا کہ وہ بچ جائیں گے۔

مجاہدین نے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل پر حملے کے وقت اس چیز کا بھی خاص خیال رکھا کہ ہوٹل کی کسی بھی چیز کو بلاضرورت نقصان پہنچانے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ مجاہدین دھماکہ خیز مواد اور مضبوط دیواروں کو گرانے کے وسائل اور خود کار ہتھیاروں سے لیس تھے۔ انہوں نے 17 گھنٹے آپریشن کے دوران صرف مخصوص غیر ملکی حکام کو نشانہ بنانے پر توجہ مرکوز رکھی۔ بلاضرورت ہوٹل کے کسی سامان، دیوار اور متعلقہ چیزوں کو نقصان پہنچانے سے گریز کیا۔ انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل پر فدائی مجاہدین کے اخلاص اور اخلاقی جرأت کے باعث ان کے کامیاب حملے کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ انہوں نے درجنوں غیر ملکی اور انٹیلی جنس اہل کاروں کو قتل کیا۔ یہ حملہ دشمن کے لیے ایک بڑا صدمہ اور سانحہ ثابت ہوا۔

جب مجاہدین بڑے شہروں میں دشمن کو نشانہ بناتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل جیسی بہترین اور مؤثر حکمت عملی کا استعمال لازمی کریں۔ چوں کہ شہر میں دشمن کو نشانہ بنانے اور گوریلا جنگ میں بہت فرق ہے۔ اس لیے مجاہدین کو چاہیے وہ دشمن کو حملے سے پہلے منظم منصوبہ بندی کے تحت شہریوں کی جان و مال کا تحفظ یقینی بنائیں۔ جس آپریشن میں عام شہریوں کو نقصان پہنچے گا، اس حملے کا جہاد اور مجاہدین کی بدنامی کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں ہے۔

ماہنامہ شریعت کی کامیابی کا سفر جاری ہے

ہارون بلخی

اس قادر مطلق کے لیے بے شمار حمد جو پربت کو رائی کرے اور رائی کو پربت کرے۔ جو مچھر سے نمرود کو مروا ڈالے۔ جو فرعون جیسے ظالم بادشاہ کو موسی علیہ السلام کے پیچھے لگا کر سمندر میں غرق کر دے۔ جسے چاہے، ملک کا مالک بنا دے، جب چاہے ایک پل میں مٹا دے۔ کروڑوں درود اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، جنہوں نے کافروں کو نرمی سے سمجھایا۔ جب نہ سمجھے، تب جہاد کیا۔ کروڑوں درود ان کی آل اور اصحاب پر، جنہوں نے اسلام کو تلوار کے حصار میں عرب سے عجم تک پھیلا دیا۔

موجودہ دنیا اور اسلامی صحافت میں رسائل و جرائد کی اہمیت و افادیت ظاہر ہے۔ اسی افادیت کے پیش نظر امارت اسلامیہ افغانستان کے ثقافتی کمیشن نے آج سے چھ سال قبل فروری 2012ء میں اردو ترجمان 'ماہنامہ شریعت' کا اجراء کیا۔ تاکہ برصغیر پاک و ہند میں اردو خواں طبقہ افغانستان کی موجودہ سیاسی، فوجی، معاشی اور امریکی و نیٹو استعمار کے خلاف ہونے والی جہادی کارروائیوں سے باخبر رہے۔ اس سے قبل عربی، پشتو اور فارسی زبان میں امارت اسلامیہ کے جرائد مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اردو کی اس کمی کو ختم فرما دیا۔ وہ لوگ مبارک ہیں، جو اس دور میں دینی جرائد کا اجراء کیے ہوئے ہیں۔ اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں لوگوں کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی جانب آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ماہنامہ شریعت کا اصل مقصد لوگوں تک سچائی اور حقائق کی اصل تصویر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مکار و عیار دشمن کے منفی پروپیگنڈے کی روک تھام اور سدباب بھی ہے۔ جہادی محاذوں کی حقائق پر مبنی خبروں، راسخ العقیدہ کالم نگاروں کی تحقیقی تحریروں وغیرہ نے دشمن کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا ہے۔

صحافت ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی بھی معاملے میں کی گئی تحقیق کو صوتی، بصری اور تحریری شکل میں قارئین، ناظرین اور سامعین تک پہنچانے کے عمل کا نام میڈیا ہے۔ اس سلسلے میں ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا باقاعدہ ترجمان میگزین ہے۔ یہ جہاد کے حوالے سے ایک جامع رپورٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عوامی صحافت اور افغان عوام کے مسائل کا آئینہ دار ہے۔ افغانستان کی صحیح صورتحال جاننے کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ ماہنامہ شریعت میں مختلف موضوعات پر تحریریں ہوتی ہیں۔ ملکی، علاقائی اور عالمی حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ایک طرف حق و باطل کا معرکہ بم بارود کے زور پر محاذوں پر لڑا جا رہا ہے تو دوسری جانب نظریاتی جنگ کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے ماہنامہ شریعت صحافتی اُفق پر جلوہ گر ہو چکا ہے۔ اس میں افغانستان کے تازہ جہادی و سیاسی حالات کے منظرنامے کے حوالے سے جاندار تحریریں شامل ہوتی ہیں۔

ابلاغی ذرائع سے بیشتر اقوام نے کئی جنگیں جیتی ہیں۔ یہ سلسلہ تاحال جاری اور مزید ترقی کرے گا۔ اصولوں پر مبنی ذرائع ابلاغ قوم کی آزادی کے لیے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ میڈیا قوم مسلم کی وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے عوام کو شعور دے سکتا ہے۔ اس کے مسائل کی حقیقی ترجمانی کر سکتا ہے۔ ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ہر دور اور زمانے کی ضروریات کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں علمائے کرام کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ممکن ہے بہت لوگوں کے لیے یہ بات قابل قبول نہ ہو کہ جس امارت اسلامیہ کی قیادت علمائے کرام فرما رہے ہیں، وہ اتنی مضبوط استعداد اور صحافت کے میدان میں اتنے تجربے کے مالک ہیں کہ اپنی قومی زبان کے ساتھ کسی علاقائی یا بین الاقوامی زبان میں بھی ذرائع ابلاغ کا سفر اتنی تیزی سے طے کر رہے ہیں۔ ہم نے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا ہے۔ ماہنامہ شریعت کا چھ سالہ سفر اس کی تازہ ترین مثال ہے۔

الحمدللہ! وسائل اور افراد کی کمی کے باوجود ماہنامہ شریعت نے بغیر کسی وقفے کے چھ سال مکمل کیے ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالی کے خصوصی فضل سمیت ادارے اور قارئین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ قارئین کرام کے مطالبے کو ملحوظ نظر رکھ کر انتظامیہ نے رسالے کا اجرا کر کے ثابت کیا کہ اگر ایک جانب مجاہدین جہادی محاذوں میں دشمن سے نبرد آزما ہیں تو دوسری جانب نفسیاتی میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ شریعت انتظامیہ کے کارکنوں نے محنت کر کے کم ہی مدت میں رسالے کو اللہ تعالی کی نصرت اور قارئین کرام کی دعاؤں سے اس مقام تک پہنچایا ہے۔ اس کا اندازہ بہت مشکل ہے۔ اس وقت ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ اس کی مانگ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ادارہ اپیل کرتا ہے کہ شریعت کے تمام قارئین میگزین کی تشہیر اور ترسیل میں حصہ لے کر جہادی سفر کے کارکن بنیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا فرمان ہے: من حرض اخاه علی الجهاد کان مثل اجره وکان بکل خطوة فی ذلک عبادة سنة۔

جو اپنے مسلمان بھائی کو جہاد کا شوق دلائے گا، اس کو مجاہد کے برابر کا ثواب میں حصہ ملے گا۔ جہاد کا شوق دلانے کے لیے جتنا لمبا سفر کرے گا تو ہر قدم پر ایک برس کی عبادت کا ثواب پائے گا۔

برادرانِ اسلام! جب آپ جہاد کی ترغیب کے ثواب میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو جس کے پاس یہ میگزین پہنچے، وہ خود پر لازم کرے کہ اسے دیگر مسلمانوں تک بھی پہنچائے۔ اسے مختلف جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائے، تاکہ مغربی ذرائع ابلاغ سے متاثر ہمارے مسلمان بھائی حقیقت سمجھ کر استعمار کی چالوں سے محفوظ رہیں۔

افغان مسائل کے ذمہ دار کٹھ پتلی ہیں

عبدالہادی ثاقب

پارلیمنٹ کے سابق رکن حاجی فرید نے ایک بار حامد کرزئی کو بتایا کہ 'میں سمجھتا تھا کہ آپ صدر ہیں، لیکن اب پتا چلا کہ آپ حکمران نہیں ہیں۔ آپ ایک مظلوم شخص ہیں۔ آپ مجھ سے بھی زیادہ بے بس ہیں۔ آپ اپنے فرمان پر عمل درآمد یقینی نہیں بنا سکتے تو قوم کا کیا دفاع کریں گے؟'

افغانستان کے حالات ایسے نہیں ہیں، جس طرح میڈیا اور حکومت کے ترجمان بتا رہے ہیں۔ افغانستان چند دہائیوں سے میدان جنگ بنا ہوا ہے۔ ہر کوئی یہاں مداخلت کرتا ہے۔ پشتو کی کہاوت ہے کہ 'بیس قصابوں میں ایک گائے مر جاتی ہے۔' امریکا کی قیادت میں دنیا کے چالیس ممالک نے افغانستان پر حملہ کیا۔ ان ممالک کے حکمرانوں نے صرف امریکا کے مذموم مقاصد کے تحفظ کے لیے اس کا اتحادی ہے۔ افغانستان کا مسئلہ اس لیے حل نہیں ہو رہا ہے کہ اس کے قصاب زیادہ ہیں۔ ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق اس کو حل کرنا چاہتا ہے۔ یہاں امریکا نے اجتماعی انصاف کا راستہ روکا۔ بون کانفرنس میں ان لوگوں کو مدعو کیا گیا، جو افغانستان کے حالات سے واقف تھے اور نہ ہی زمینی حقائق جانتے تھے۔

کرزئی کا دور حکومت نوے کی دہائی کے دور سے بھی بدتر تھا۔ ہر کمانڈر کی اپنی سلطنت تھی۔ ہر ایک کی اپنی چیک پوسٹیں تھیں۔ ہر ایک اجتماعی منصوبوں کے بجائے اپنے ذاتی مفاد کے لیے سرگرم تھا۔ وحشت اور دہشت اتنی غالب تھی کہ جنگجو اور جرائم پیشہ عناصر چند ڈالر کی خاطر بے گناہ افغانوں کو القاعدہ اور طالبان کے نام پر گرفتار کر کے امریکا کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے۔ اشرف غنی کے دور کا آغاز بھی ملک اور قوم کے مفادات پر سمجھوتہ کرنے سے ہوا۔ آئین کے آرٹیکل 61 کے مطابق صدر مملکت کا اعلان آزاد اور خود مختار الیکشن کمیشن کی جانب سے کیا جائے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سب نے دیکھا کہ حملہ آوروں نے مداخلت کی اور امریکا کے وزیر خارجہ جان کیری نے ایک سمجھوتے کے تحت مخلوط حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔ اس لیے سیاسی مبصرین اس حکومت کو غیر قانونی قرار دیتے ہیں۔ امریکا ہر جگہ کوشش کرتا ہے کہ اقتدار بزدل لوگوں کے حوالے کیا جائے۔ اقتدار میں دو گروہوں کو شریک رکھے۔ اگر ایک امریکی احکامات کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی تو دوسرے کے ذریعے اس کو کنٹرول کیا جائے۔ افغانستان میں بھی یہ بھیانک کھیل جاری ہے۔ حملہ آور فورسز سماجی انصاف کی راہ میں اہم رکاوٹ ہیں۔ عطاء نور کی پشت پر جارحیت پسند کھڑے ہیں۔ جنرل عبدالرازق کے پیچھے بھی حملہ آور کھڑے ہیں۔ ان کی اپنی ترجیحات ہیں۔ ہر ایک اپنے مقاصد کے لیے ان کی پشت پناہی میں مصروف ہے۔

امریکی قبضے کے تحت اشرف غنی با اختیار ہیں اور نہ ہی کسی اور کے پاس اختیار ہے۔ سولہ برس سے آگ اور خون کا کھیل جاری ہے۔ امریکا اور نیٹو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے افغان عوام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ امن، ترقی اور استحکام کے بجائے جنگ پر زور دیا جاتا ہے۔ برسر اقتدار چند افراد کرپشن کے ذریعے اپنا بینک بیلنس بڑھا رہے ہیں۔ مظلوم عوام کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ بااثر اشخاص کے خلاف ایک نیا کھیل شروع ہونے والا ہے۔ امریکا نے ان کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لیے ایک اور منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ حملہ آوروں کی جانب سے ہر شعبے میں یہ کھیل جاری ہے۔ اس کی ایک مثال 'امن کمیشن: ہے، جو نام کی حد تک آزاد ہے۔ اصل اختیارات دوسروں کے پاس ہیں۔ امن کونسل کے ارکان تنخواہ حلال کرنے کے لیے کبھی کسی سے مذاکرات کرتے ہیں اور میڈیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کبھی کسی اور کے ساتھ نمائشی مذاکرات کرتے ہیں۔

یہ واضح ہے کہ تمام مسائل اور مصائب کے ذمہ دار حملہ آور اور ان کے حواری ہیں۔ جب تک جنگ جاری رہے گی، افغان عوام مشکلات اور مسائل سے دوچار رہیں گے۔ آخر کب تک 3 کروڑ افراد کے اختیارات 30 افراد کے ہاتھ میں ہوں گے؟ کب تک یہ لوگ عوام کی قسمت سے کھیلتے رہیں گے؟

امارت اسلامیہ کا امریکی عوام کے نام کھلا خط!

اے امریکی عوام... عوامی خود مختار تنظیموں کے غیر سرکاری حکام اور کانگریس کے امن پسند نمائندو!

امید ہے اس خط کا بغور مطالعہ کر کے اس میں درج حقائق کی روشنی میں افغانستان میں امریکی فوج کے مستقبل اور اپنے مفادات و نقصانات کا جائزہ لیا جائے گا!

آپ جانتے ہیں کہ امریکا کے سیاسی رہنماؤں نے سولہ سال قبل افغانستان پر جارحانہ طور پر فوجی شب خون مارا تھا۔ یہ جارحیت خود مختار افغانستان کے شرعی و ملی قوانین اور عالمی قوانین کے خلاف انتہائی ناگوار عمل تھا۔ امریکی حکام نے جارحیت کو جواز دینے کی خاطر تین نعروں کو استعمال کیا:

1. افغانستان میں امن وامان مستحکم کرنے کی خاطر (خود ساختہ) دہشت گردی ختم کرنا۔
2. ایک قانونی حکومت قائم کر کے قانون نافذ کرنا۔
3. منشیات کا خاتمہ کرنا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس ناجائز جنگ میں آپ کے حکمران ان تینوں نعروں میں کس قدر سچے تھے؟

بدامنی اور لڑائی میں شدت:

جب سابق صدر جارج ڈبلیو بش 2001ء کو افغانستان پر جارحیت کا پروانہ جاری کر رہے تھے تو ظالمانہ جنگ چھیڑنے کی خاطر یہاں صرف طالبان (امارت اسلامیہ) اور القاعدہ کی موجودگی اور ان کے خاتمے کو بہانہ بناتے رہے۔ سولہ سال تک خونریز لڑائی جاری رکھنے اور اس میں جانی و مالی نقصانات تسلیم کرنے کے باوجود موجودہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے افغانستان میں اسی ناجائز جنگ کو جاری رکھنے کے لیے ایک امارت اسلامیہ کے علاوہ مزید دیگر گروہوں کی موجودگی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ ٹرمپ نے اس دعوے کا اظہار 26 اگست 2017ء کو افغانستان اور جنوبی ایشیا کے لیے اپنی جنگی پالیسی کے اعلان کے دوران کیا۔ سولہ سال بعد ایک بار پھر افغان عوام کے خلاف ناجائز جارحیت اور جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ امریکی حکمران افغانستان میں متعدد جنگی گروہوں کی موجودگی تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے ہمارا دعوی ثابت ہوتا ہے کہ امریکا نے افغانستان پر جارحیت کو دوام دینے اور انتشار پھیلانے کے لیے داعش جیسے گروہوں کو خود پیدا کیا ہے۔

امریکی حکام اس جنگ کو مختلف نام دیتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امریکی فوج نے خواتین اور بچوں سمیت ہزاروں نہتے افغانوں کو شہید کیا ہے۔ لاکھوں کو زخمی اور ہزاروں کو گوانتاناموبے، بگرام اور دیگر عقوبت خانوں میں قید کر رکھا ہے۔ ان کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف امریکی فوجی حکام کے اعتراف کے مطابق 2 ہزار 783 امریکی اور نیٹو فوجی ہلاک، جب کہ بیس ہزار سے زائد امریکی فوجی زخمی اور ہزاروں نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اگرچہ زمینی حقائق کے مطابق امریکا کا جانی نقصان اس سے زیادہ ہے، جسے حکام نے خفیہ رکھا ہے۔ اسی طرح اس جنگ میں آپ کے اربوں ڈالر خرچ ہوئے، نتیجہ یہ جنگ امریکی تاریخ میں سب سے خونریز، طویل اور معاشی لحاظ سے کمر شکن لڑائی تصور کی گئی۔

لاقانونیت اور عالمی سطح پر بدعنوان نظام:

اگرچہ دیگر ممالک میں قوانین کی بات اور ان کے لیے نظاموں کا قیام امریکا کی ذمہ داری نہیں ہے، مگر جارج ڈبلیو بش کے لیے افغانستان پر جارحیت کا دوسرا بہانہ

یہاں ایک قانونی حکومت قائم کرنا تھا۔ امریکا نے اس حوالے سے اپنے ہزاروں فوجی قتل کرا کر بھی ایک ایسی حکومت قائم کی، جس نے کرپشن اور لاقانونیت میں عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ افغان حکومت انتظامی اور مالی بدعنوانی میں عالمی سطح پر پہلا مقام حاصل کر چکی ہے۔ وہ انسانی حقوق کی پامالی میں عالمی سطح پر انتہائی بدنام ہے۔ عوام املاک پر قبضے اور عالمی امداد میں غبن کی مد میں عالمی سطح پر پہلے نمبر پر ہے۔ عورتوں کے خلاف تشدد کے متعلق انتہادرجے کی ظالم ہے۔ امریکی جارحیت کے نتیجے میں قائم ہونے والی بدعنوان انتظامیہ کی تازہ ترین مثال افغانستان کا وہ نظام ہے، جس کے غیر مثالی طور پر دو سربراہ ہیں۔

منشیات کی پیداوار اور وسعت:

ڈبلیو بش کا تیسرا بہانہ منشیات کی روک تھام تھی۔ اقوام متحدہ کے انسداد منشیات مہم کے ادارے (UNODC) کی معلومات کی بنیاد پر افغانستان پر امریکی جارحیت سے قبل یہاں صرف 185 ایکڑ زمین پر پوست کی کاشت کی جاتی۔ یہ وہ علاقے تھے، جہاں امارت اسلامیہ کے مخالفت گروہوں کا کنٹرول تھا۔ افغانستان میں ہیروئن کے عادی افراد کی تعداد نہ ہونے کی برابر تھی۔ جب کہ افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد پوست کی کاشت کا رقبہ 185 ایکڑ سے بڑھ کر 328 ایکڑ ہوگیا۔ فی الوقت یہاں منشیات کے عادی افراد کی تعداد تیس لاکھ تک جا پہنچی ہے۔ اقوام متحدہ کے انسداد منشیات کے ادارے نے 26 دسمبر 2017ء کو رپورٹ شائع کی کہ 2017ء میں منشیات کی پیدوار میں 87٪ فیصد اور کاشت میں 63٪ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ جس کی رُو سے منشیات کی پیداوار کا پیمانہ نو ہزار 9000 میٹرک ٹن تک جا پہنچا ہے۔

اے امریکی عوام!

آپ دنیا میں خود کے حوالے سے ترقی یافتہ اور مہذب عوام کا دعوی کرتے ہیں۔ افغانستان میں جنگ کی آگ آپ ہی کی رضامندی سے لگائی گئی ہے۔ ہم اس حوالے سے فیصلہ بھی آپ حوالے کرتے ہیں۔ کیا آپ زندہ ضمیر کی رُو سے افغانستان میں قائم کیے گئے نظام اور اس سے منسلک تغیرات، بدامنی، لاقانونیت اور منشیات کی پیداوار میں 87 فیصد اضافے کو اصلاحات سمجھتے ہیں یا انسانیت کے خلاف جرائم؟ آپ کے حکمرانوں کا دعوی ہے کہ انہوں نے افغانستان میں اربوں ڈالر تعمیر نو کے مختلف شعبوں میں خرچ کیے ہیں۔ جب کہ یہ اربوں ڈالر آپ کی وہ رقم ہے، جو سرکاری ٹیکس کے نام پر آپ سے وصول کی گئی ہے۔ آپ کا دیا ہوا ٹیکس افغانستان کے ڈاکوؤں اور قاتلوں کی جیبوں میں چلا گیا ہے۔ کیا آپ اس پر راضی ہیں کہ آپ کی محنت و مشقت کی رقم افغانستان میں ایک ایسے بدعنوان نظام پر خرچ کی جائے، جسے چلانے والوں کے خلاف عدالت میں کابل بینک سے 900 ملین ڈالر چوری کرنے پر مقدمہ چل رہا ہو؟! کیا آپ کی ثقافت میں قانون لاگو کرنا اِسے کہا جاتا ہے کہ نائب صدر ایسا شخص ہو، جو درجنوں دیگر جرائم کے ساتھ ستر سالہ شخص پر جنسی تشدد کے جرم میں ملوث ہو؟ کیا وہ تہذیب، ترقی اور قانونیت ہے، جس کی علم برداری کا آپ نے دعوی کر رکھا ہے! کیا آپ کے 2ہزور 783 فوجی اسی قانون کے نفاذ کی خاطر افغانستان میں مارے گئے؟ کیا آپ کے دانش وروں، سیاست دانوں اور مُنصِف تجزیہ نگاروں کے پاس ہمارے ان سوالات کے جوابات ہیں؟

سمجھنا چاہیے کہ ہمارے عوام ان تمام مصائب و مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ امریکی سرپرستی میں اُن پر مسلط اشرف غنی انتظامیہ کو حکومت نہیں، بلکہ ڈاکوؤں، مافیائی عناصر اور منشیات کے کاروبار میں ملوث گروہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ ان کے خلاف مزاحمت اور جدوجہد کو اپنا شرعی، اخلاقی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں۔ جو افراد اس نظام کو قائم کرنے کی خاطر آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، وہ افغان عوام کی نگاہ میں قوم اور قومی مفادات کے غدار ہیں۔ اس کے برعکس جو افراد آپ کے اس بدعنوان نظام کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہے ہیں، وہ اپنے ملک، قومی مفادات، ملی استقلال، عزت کے حصول اور دفاع کی راہ کے سپاہی ہیں۔ امریکی میڈیا افغان مزاحمت کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ یہاں لڑنے والے افراد بیرون سے آئے ہوئے ہیں۔ امریکا یہ نامعقول پروپیگنڈا اپنی شکست چھپانے کی خاطر کرتا ہے۔

اے امریکی عوام!

ہم خط کے اس حصے میں اپنا پیغام دینا چاہتے ہیں:

آج افغان باشندے آپ کی فوج اور ہر جابر و ظالم کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ یہ ان کا شرعی، نظریاتی اور ملک و ملت کے تحفظ کی ذمہ داری ہے۔ اگر اس مزاحمت میں آپ کی فوج جتنی بھی طاقت ور اور جدید اسلحے سے لیس ہو جائے، ہم اپنے اس دینی، شرعی اور ملی ذمہ داری کو انجام دیتے رہیں گے۔ اس ذمہ داری سے دست بردار ہونے کو کوئی بھی غیرت مند مسلمان آمادہ نہیں ہے۔ افغان باشندے گزشتہ چار دہائیوں سے مسلط جنگوں کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ وہ امن اور عادلانہ نظام کے پیاسے ہیں۔ وہ آپ کی جنگ پسند حکومت کے مقابلے میں شرعی، دینی، دفاعی اور ملی مزاحمت سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ انہوں نے تاریخ میں کبھی بھی اپنی دینی اقدار اور آزادی کے تحفظ سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی۔

افغانستان وہ ملک ہے، جو اپنی تاریخ کے ہر دور میں ہمیشہ خود مختار رہا ہے۔ حتی کہ انیسویں اور بیسویں صدیوں کے دوران، جب عالم اسلام کے بیشتر ممالک یورپی استعمار کے قبضے میں تھے، افغانستان واحد ملک تھا، جس نے اپنی خود مختاری محفوظ رکھی۔ انگریز 80 سالہ کوشش کے باوجود افغانوں سے اپنا لوہا منوانے پر قادر نہ ہو سکا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ کئی افغان باشندے امریکی و نیٹو فوج کے خلاف فدائی حملے کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ اُن کا مقصد افغانستان میں اسلامی نظام کا قیام اور غیر ملکی قبضے کا خاتمہ ہے۔

اس جہاد میں آئے روز پیش رفت ہو رہی ہے۔ کئی علاقے امریکا کی غلام حکومت سے واپس لے لیے گئے ہیں۔ اس قت 'سیگار' کے سربراہ اعتراف کر رہے ہیں کہ 'افغانستان کے 60 فیصد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔' 2001ء میں افغانستان پر امریکی جارحیت کے دوران دنیا کے بعض ممالک امریکی حکمرانوں کے جنگی پروپیگنڈوں کے زیر اثر صدر بش کے حمایتی بن گئے تھے۔ اب ہم عملاً دیکھ کر رہے ہیں کہ امریکی حکومت عالمی حمایت کھو چکی ہے۔ حتی آپ کے جنگی اتحاد میں شامل بیشتر ممالک نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے افغانستان سے اپنی فوج نکال کر سیاسی افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کیا ہے۔ عالمی برادری امریکی جارحیت کے خلاف افغان عوام کے برحق مطالبے کی حمایت کر رہی ہے۔ اگر امریکی حکومت مزید خود ساختہ بہانے تراشتے ہوئے افغانستان میں جنگ کو طویل دینے پر اصرار کرتی ہے تو اس سے امریکا کی عالمی ساکھ کو مزید نقصان پہنچے گا۔

اے امریکی عوام!

جیسا کہ مشہور ہے امریکی حکام کو منتخب کرنے کا اختیار عوام کے پاس ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ افغانستان کے عوام کا مطالبہ امریکی عوام کے سامنے رکھتی کہ ڈونلڈ ٹرمپ انتظامیہ کو دباؤ میں لے کر افغانستان سے قبضہ ختم کیا جائے۔ افغانستان میں جنگ کو طول دینے اور یہاں بدعنوان اور بے اختیار نظام کی حکمرانی خطے اور مجموعی طور پر امریکی امن و سلامتی کے لیے خطرناک نتائج کی حامل ہے۔ افغان باشندے اس پر افسوس کر رہے ہیں کہ امریکی عوام کے بااختیار لوگ چند جنگ پسند افراد کی خاطر اپنا مال اور جان کیوں قربان کر رہے ہیں؟ آپ کے ماہرین، امریکی کانگریس میں امن پسند نمائندے اور عوامی تنظیموں کے خود مختار ذمہ دار حضرات اپنی حکومت کے عہدے داروں سے پوچھیں کہ امریکی عوام اپنے تمام رعب کے باوجود اپنے گھر اور بیرون ممالک میں غیر محفوظ اور نفرت زدہ کیوں ہیں؟ آپ کا ملک اور آپ کی اولادیں کب تک شرپسند حکمرانوں کے مفادات کے لیے قربانی دیتے رہیں گے؟! اس جنگ پسند سیاست کا کوئی فائدہ ہے؟

اے امریکی عوام!

صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور ان کے جنگی مشیر پر اب بھی افغانستان میں طاقت کی زبان بول رہے ہیں۔ حتی کہ جنگ سے متعلق اپنے مفاد میں جھوٹے اور من گھڑت اعداد و شمار نشر کرتے رہتے ہیں۔ وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں کامیابی کے لیے طاقت کے بجائے سیاست اور افہام و تفہیم کا راستہ اپنانا چاہیے۔ صرف گزشتہ ستمبر میں ٹرمپ کی نئی پالیسی کی رُو سے امریکی فوج نے افغانستان اپنی تمام قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے 751 فضائی حملے کیے۔ آپ کو امریکی حکام سے پوچھنا چاہیے کہ وہ اتنی طاقت کے استعمال کے بعد اب

تک کتنے فیصد رقبے پر قبضہ قائم کر سکے ہیں؟ اگر آپ کو صدر ٹرمپ اور ان کے جنگجو مشیروں کی بے تجربہ سیاست کا علم نہیں ہے تو صرف ایک بیت المقدس سے متعلق فیصلہ دیکھ لیں، جس نے امریکا کو دنیا بھر کی نظر میں مطعون کیا ہے۔ یہ امریکا کے لیے انتہائی شرم کی بات ہے۔

امارت اسلامیہ نے ابتداء سے امریکا کو بتایا تھا کہ اپنے مسائل کو امارت اسلامیہ کے ساتھ گفتگو کے ذریعے حل کیا جائے۔ طاقت آزمائی کے نتائج بُرے ہوتے ہیں۔ آپ نے افغانستان پر امریکی تجاوز کے بُرے نتائج کو دیکھ لیا ہوگا۔ اگر مزید سو سال تک قوت آزمائی کا تجربہ جاری رہا تو بھی نتیجہ یہی رہے گا۔ ہمارے خیال میں اب بھی وقت ہے، امریکی عوام کو ادراک کرنا چاہیے کہ امارت اسلامیہ اپنے مسلم عوام کی نمائندگی کے حوالے سے ہر متنازع پہلو کو سیاست اور گفتگو کے ذریعے حل کرنا چاہتی ہے۔ غیر معقول طاقت کا استعمار مسئلے کو مزید پیچیدہ کرتا ہے۔ امارت اسلامیہ علاقے میں وہ قوت ہے، جسے طاقت کے ذریعے کمزور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی پختہ جڑیں ہیں۔ البتہ بات چیت کے مواقع موجود ہیں۔ امارت اسلامیہ کی طرف سے گفتگو کا راستہ اختیار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم کمزور ہیں یا ہمارا عزم کمزور پڑ چکا ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ جنگ سے قبل عقل و منطق کو بروئے کار لانا چاہیے۔ جو کچھ بات چیت کے ذریعے حاصل سکتا ہے، اس کے لیے طاقت کا استعمال مناسب نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے امریکی عوام کے سامنے حقائق کو کھول کر رکھ دیا ہے۔

واضح رہے امارت اسلامیہ افغانستان کی خود مختاری کے لیے جائز جدوجہد کر رہی ہے۔ ظلم و جبر سے پاک افغانستان ہمارا حق ہے۔ افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کیا قیام کسی قانون میں دہشت گردی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ قابل ذکر ہے کہ ہم دیگر ممالک میں تخریبی کارروائیوں کا ایجنڈا نہیں رکھتے۔ ہم نے گزشتہ سولہ سالوں کے دوران عملی طور پر ثابت کیا ہے کہ دیگر ممالک میں ہم نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی ہے۔ اسی طرح کسی کو بھی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ افغان سرزمین کو دیگر ممالک کے خلاف استعمال کرے۔ جنگ ہمارا انتخاب نہیں ہے، بلکہ وہ ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ ہماری ترجیح یہ ہے کہ افغان مسئلے کو پُرامن طریقے سے حل کیا جائے۔ امریکا کو چاہیے کہ جارحیت ختم کرے اور افغان عوام کو اپنے عقیدے کے مطابق حکومت سازی کرنے دے۔ ہم اپنی آزادی اور خود مختاری کے بعد پڑوسیوں سمیت دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ مثبت اور تعمیری تعلقات چاہتے ہیں۔ افغانستان کی تعمیر نو اور ترقی میں اُن کی امداد کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم خطے اور دنیا کے امن و امان کے لیے بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے عوام کے لیے اعلیٰ، معیاری تعلیم اور روزگار کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ ہم اپنے مردوں، خواتین اور بچوں کو انسانی اور شرعی حقوق دے سکتے ہیں۔ ہماری عمل داری میں افغان نوجوان منشیات اور اخلاقی فساد سے بچ جائیں گے۔ ہمارا دستور یہ ہے کہ ہر کسی کو اپنے ملک میں روزگار کے ایسے مواقع میسر ہوں کہ اسے اپنا وطن چھوڑ کر دیگر ممالک کی جانب نہ دیکھنا پڑے۔

اے امریکی عوام!

افغانستان میں جنگ کو طول دینے پر اصرار اور یہاں امریکی فوج کی موجودگی امریکا سمیت کسی کے مفاد میں نہیں ہے۔ یہ عمل دنیا کے امن کو خطرے سے دوچار کرتا ہے۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ صرف امریکی مغرور حکمرانوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اگر آپ افغانوں اور مجموعی طور پر عالمی برادری سے پُرامن افہام و تفہیم کے خواہاں ہیں تو اپنے صدر، کانگریس اور پینٹاگون کے جنگجو حکمرانوں کو یہ حقیقت سمجھانی چاہیے۔ انہیں افغانستان سے متعلق معروضی سیاست اپنانے پر مجبور کیا جائے۔ یہ بجائے خود آپ، افغانوں اور دنیا کی سلامتی کے لیے سب سے بہترین اقدام ہے۔ وماعلینا الا البلاغ

امارت اسلامیہ افغانستان

بیت المقدس کا قضیہ

محمد جاوید

مقبوضہ فلسطین میں موجود مسجد اقصی اسلامی دنیا کا ایک روحانی مرکز ہے۔ جب انیسویں صدی کے آخر میں سلطنت عثمانیہ کا سورج غروب ہونے جا رہا تھا، مسلمان باہم دست و گریبان تھے۔ یہودیوں نے یورپ کی آشیر باد سے اپنی قومی حکومت قائم کرنے کے لیے فلسطین کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ جب پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں سلطنت عثمانیہ ختم کی گئی تو برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو اپنی ریاست قائم کرنے کا موقع فراہم کیا۔ دنیا بھر سے لاکھوں یہودیوں کو لا کر یہاں آباد کیا گیا۔ مسلمانوں نے اپنی دھرتی کے دفاع کے لیے بھرپور کوشش کی، لیکن بدقسمتی سے امریکا اور یورپی امداد کی بدولت یہودی فلسطین پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہودیوں کی یلغار کے بعد مسلمانوں نے فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ جہاد کی بدولت یہودیوں کی پیش رفت کی روک تھام کی گئی۔ یہودی چاہتے ہیں کہ دریائے نیل سے عراق کے فرات تک تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ ان کی نام نہاد عظیم ریاست کے نقشے میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ مسلمانوں کے لیے بیت المقدس اتنی اہمیت رکھتا ہے، جیسا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے۔ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل اور ہجرت کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کے رُخ نماز پڑھتے رہے۔ مسلمانوں کا یہ قبلہ اول 1947 سے یہودیوں کے منحوس قبضے میں ہے، جن کی پشت پر امریکا کھڑا ہے۔ فلسطین کے مسلمانوں کے مقابلے میں وہ یہودیوں کے ساتھ مکمل طور تعاون اور ہر جرم پر ان کی مدد کرتا ہے۔

فلسطین کی ایک انچ سرزمین پر یہودیوں کا قبضہ تسلیم کرنا سنگین جرم ہے۔ امریکا ان قراردادوں کو بھی نظر انداز کرتا ہے، جو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل میں منظوری کی گئی ہیں۔ اس میں دو آزاد ریاستوں کی تشکیل، یروشلم کو ایک بین الاقوامی خطے کے طور پر تسلیم کرنا، 1967 کی جنگ سے پہلے تمام علاقوں پر مشتمل قابض یہودی حکومت کا خاتمہ، سلامتی کونسل کی جانب سے یروشلم میں یہودیوں کو غیر قانونی اختیارات استعمال کرنے سے روکنا، 1967 کی جنگ کے بعد سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ اقوام کی جنرل اسمبلی کے اجلاسوں میں یہودیوں کی جانب سے یروشلم پر قبضے کی مذمت اور اس کو اسرائیل کے حصے کے طور پر قبول کرنے سے انکار شامل ہے۔ جب کہ دوسری طرف اسرائیل نے ہمیشہ ان تمام فیصلوں پر عمل درآمد سے انکار کیا ہے۔ اسے امریکا کی حمایت حاصل رہی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے بیت المقدس کی اہمیت اور احترام ختم کیا جائے۔ اس کو صرف فلسطین کا ایک مسئلہ قرار دیا جائے۔ حالانکہ اس سرزمین کی فضیلت کے بارے میں قرآن پاک میں کئی آیات موجود ہیں۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کی پہلی مسجد 'اقصی' کے بارے میں فرمایا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِی أَسْرَی بِعَبْدِہِ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی الَّذِی بَارَکْنَا حَوْلَہُ لِنُرِیَہُ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّہُ ھُوَ السَّمِیعُ الْبَصِیرُ۔ (اسراء)

وہ ذات پاک ہے، جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجد اقصی تک سیر کرائی، جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

متعدد احادیث میں مسجد اقصی اور بیت المقدس کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: (لا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَعَدُوِّهِمْ قَاهِرِينَ لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ إِلا مَا أَصَابَهُمْ مِنْ لأْوَاءَ، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰہِ وَهُمْ كَذَلِكَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰہِ وَأَيْنَ هُمْ؟ قَالَ: بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَكْنَافِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ) (مسند احمد)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔ وہ دشمن کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے گی۔ مخالفین اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ البتہ اس پر مشکلات ضرور آئیں گی۔ حتی کہ اللہ تعالی کی مدد آ پہنچے گی۔ صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول! وہ کہاں ہوں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'وہ بیت المقدس اور اس کے مضافات میں ہوں گے۔

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: (لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجدي هذا والمسجد الأقصى.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ (یعنی سفر نہ کیا جائے) ایک مسجد حرام، دوسرے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور تیسرے مسجد اقصی۔

اس وجہ سے مسجد اقصی اور بیت المقدس کی دھرتی صرف فلسطین کے مسلمانوں کی نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا دفاع کرنا چاہیے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بین الاقوامی، اسلامی اور عرب ممالک کی مخالفت کے باوجود بیت المقدس کو یہود کے حوالے کر کے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت قرار دیا۔ امریکی سفارت خانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کرنے کا اعلان کیا۔ اس اقدام سے امریکی صدر نے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے تمام فیصلوں کی مخالفت کی۔ دوسری جانب مسلمانوں کو زخم دیا، جس کے باعث خطے اور پوری دنیا میں امریکا کے اس ظالمانہ فیصلے کے خلاف عوام سراپا احتجاج بن گئے۔ تمام مسلمانوں کو امریکا کے اس ظالمانہ اقدام کے خلاف آواز اٹھانا ہو گی۔ اس مقدس سرزمین پر کبھی بھی یہود کی حکومت اور ناجائز ریاست تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالی اس مقدس سرزمین کو قابض یہود کے قبضے سے آزاد اور مظلوم فلسطینی مسلمانوں کو ظالم یہودیوں کے ظلم سے نجات دے۔ آمین

امریکا انصاف کا کھلا دشمن

خبیر احمد م

گزشتہ ہفتے عالمی عدالت برائے جرائم 'ICC' نے کہا تھا کہ امریکی فوجیوں اور سی آئی اے کے جاسوسی نیٹ ورک نے پچھلے 16 سالوں میں افغانستان میں بہت سے انسانی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ عدالت نے مطالبہ کیا کہ اسے اجازت دی جائے کہ افغانستان میں امریکی فوج کے جرائم کی تحقیق و تفتیش کر سکے۔

واشنگٹن پوسٹ نے پینٹاگون کے ترجمان کے حوالے سے لکھا ہے کہ امریکا عالمی عدالت برائے جرائم سے افغانستان میں امریکا اور نیٹو کے جرائم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تفتیش اور تحقیق کے حوالے سے کوئی تعاون نہیں کرے گا۔ ایک گنتی کے مطابق امریکا نے ان 16 سالوں میں تقریبا 3 لاکھ مظلوم افغان شہریوں کو فضائی بمباریوں، ڈرون حملوں، چھاپوں اور دیگر واقعات میں شہید کیا ہے۔ امریکی جارحیت کی مخالفت کرنے والے ایک ملین افراد کو بگرام اور دیگر امریکی جیلوں میں قید کر رکھا ہے۔ بظاہر امریکا اور اس کے غلام خود کو انسانی حقوق کے علم بردار کہتے اور ہمیشہ یہ نعرہ بلند کرتے ہیں کہ انہوں نے جنگ میں ہمیشہ انسانی اقدار کا خیال رکھا ہے، مگر عملاً حقیقت اس کے برعکس ہے۔

امریکا کے لیے عوامی رہائشی علاقے، مساجد، صحت کے مراکز، مدارس، شادی اور جنازے کے اجتماعات، شاہراہوں پر مسافروں کے کارواں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتے۔ سب کو ایک ہی طرح سے بمباری کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان جرائم اور حادثات کا ارتکاب امریکا نے کئی کئی بار کیا ہے۔ وہ بلا کسی تاخیر ہر دن یہ جرم کر رہا ہے۔ دوسری جانب جب ہلاکتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور امریکا یہ سمجھ جاتا ہے کہ اب مزید ان کے جرائم چھپے نہیں رہ سکیں گے تو امریکی جنرلز معذرت کا ڈھونگ رچا کر کوشش کرتے ہیں کہ اپنا افغان دشمن چہرہ خفیہ رکھیں۔ 'اس لیے کہہ دیا جاتا ہے کہ غلطی ہو گئی تھی۔'

امریکا انسانی اقدار کا اس قدر دشمن واقع ہوا ہے کہ صرف اپنے جرائم چھپانے کے لیے عالمی عدالتی اداروں کو تحقیق اور تفتیش کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ وہ فلسطین کے مسلمانوں پر ستر سالہ اسرائیلی مظالم کی بھی حمایت کر رہا ہے۔ جب بھی کسی عالمی ادارے نے اسرائیل کے خلاف کسی اقدام کی فلسطینیوں کی مظلومیت کی بات کی ہے، امریکا اس کی مخالفت میں کھڑا ہو گیا۔ وہ کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ اسرائیل کے خلاف عالمی عدالت میں کوئی فیصلہ کیا جا سکے۔

امریکا نے افغانستان میں اپنی جارحیت کے پہلے دن سے افغانوں کی آواز کو دبائے رکھا ہے۔ میڈیا کو اپنے کنٹرول اور اختیار میں لیے رکھا ہے۔ انصاف کے عالمی اداروں نے جن انسانی واقعات کی تحقیق پر بات کی اور امریکا کے ہاتھوں مارے جانے والوں یا گرفتار کیے والے افغان شہریوں پر تحقیق کے حوالے سے پیش رفت ظاہر کی تو انسانیت کے ان جھوٹے دعوے داروں نے اجازت نہیں دی کہ آزادانہ طریقے سے حقائق لوگوں تک پہنچ سکیں۔ مظلوم شہریوں کو انصاف مل سکے۔ ہمیں یقین ہے، جب تک امریکا کے منحوس قدم افغانستان کی سرزمین پر موجود رہیں گے، افغان عوام طاقت، اذیت، غربت اور دیگر مصائب کا شکار رہیں گے۔ ان سے رہائی کا راستہ صرف یہ ہے کہ وحشی امریکیوں کے خلاف مزاحمت میں تیزی پیدا کی جائے۔ افغانستان کی سرزمین کو اُن کے لیے گرم تانبا بنا دیا جائے۔ اُسے ایسی شکست دی جائے کہ ایک بھی فوجی یہاں نہ رہے۔

میڈیا کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

بشیر ارمان

جو آدمی ذرا بھی میڈیا سے تعلق رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ میڈیا کا کنٹرول یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہود نے میڈیا کس طرح اپنے ہاتھوں میں لیا ہے؟ دیگر اقوام اپنے میڈیا سے کیوں محروم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود نے میڈیا کو اپنی قوت بنانے کے لیے ہمیشہ دو چیزوں کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ دماغ اور دولت!

یہ لوگ میڈیا کے اسٹیج سے دنیا میں فکری انتشار اور فسادات پھیلاتے ہیں۔ جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود دشمنی پوشیدہ نہیں، اسی طرح وہ سیاسی، عسکری اور فکری محاذوں میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے چیلنجز سامنے لاتے ہیں۔ یہود میڈیا کے ذریعے کس طرح مسلمانوں کے عقائد کمزور کرتے اور کس طرح مسلمانوں کے درمیان فکری اور عقیدے کا انتشار پھیلاتے ہیں؟ اس حوالے سے یہودی ماہرین کے درج ذیل اقتباسات پڑھیں:

'ہم غیر یہود کے اخلاق مسلسل خراب کریں۔ ان کے درمیان قوم پرستی اور وطن پرستی کا سویا ہوا جذبہ پھر سے جگا دیں۔ خاندانی نظام اور رشتوں کی جڑ اکھاڑ دیں۔ دین سے متعلق یہ خیال پھیلادیں کہ وہ گزشتہ تاریک صدیوں کی یادگار اور وقت کے ضیاع کا سبب ہے۔' (اسلام کا قانونِ صحافت)

آج یہودی امریکا، برطانیہ اور دیگر ممالک کے تمام اہم میڈیا اداروں پر قابض ہیں۔ بڑے اخبارات، رسائل و جرائد ان کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ خبروں اور مضامین کے ذریعے اپنے مخالفین پر حملے کرتے ہیں۔ امریکا کا عالمی میڈیا ادارہ CNN یہودیوں کی ملکیت ہے۔ اسی طرح عالمی مالیاتی ادارے، بینک، چار ستارہ ہوٹل اور غیر سرکاری تنظیمیں NGO، شراب بنانے والے کارخانے، فلمیں بنانے والے عالمی ادارے سب یہودیوں کی ملکیت ہیں۔ عالمی صہیونی تحریک دنیا کے تمام اہم ممالک خصوصاً اسلامی ممالک میں اپنے مخصوص مقاصد اور عزائم کی تکمیل کے لیے کوششوں میں مصروف ہے۔ صہیونی تحریک کے بانی قائدین میں سے تیوڈر ہرٹزل، موسی اور بن گوریان کا تعلق صحافت اور میڈیا سے تھا۔ انہوں نے اقوام میں اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے میڈیا کا میدان زیادہ موزوں سمجھا۔ وہ 1948 میں فلسطین میں اسرائیلی حکومت کے قیام کے بعد سے اب تک دنیا کے ہر اہم واقعے میں پس پردہ ملوث رہے ہیں۔ وہ میڈیا کے عالمی نظام کے نوے فیصد حصے پر قابض ہیں۔

یہودی پوری قوت سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ذہنی اور فکری حوالے سے غلام رکھیں۔ اس ہدف کے لیے میڈیا اور عالمی کمپنیوں کے ذریعے مسلمانوں کی اقتصادیات اور عقائد کو نقصان پہنچائیں۔ 'یہودی پروٹوکولز' نامی کتاب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ یہود کو انسانیت دشمنی میں بڑا تجربہ حاصل ہے۔ 1897 میں سوئٹزرلینڈ کے بال نامی شہر میں یہودی سربراہ ہرٹزل کی قیادت میں تین سو یہودی دانش وروں، مفکرین اور فلسفیوں کا اجتماع ہوا۔ انہوں نے پوری دنیا پر یہودی حکومت کا منصوبہ بنایا۔ وہ منصوبہ افشا ہوگیا۔ جو کہ 19 یہودی پروٹوکولز کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کی گیارہویں یادداشت میں میڈیا، ذرائع ابلاغ کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ 'اگر ہم یہودی دنیا پر قبضے کے لیے سونے کے پتھروں پر قبضے کو بنیادی اور مرکزی اہمیت دیتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہوا جائے۔ اس کی لگام اپنے ہاتھ میں لے لی جائیں۔ ہم اپنے دشمنوں کو ایک مؤثر اور مضبوط اخبار ہاتھ میں نہ دیں، جس سے وہ اپنی رائے کو مضبوط بنالیں۔

یہود نے اپنے منصوبے کے مطابق سب سے پہلے میڈیا کے ذریعے دنیا کے سامنے عربوں کی غلط تصویر پیش کی۔ عربوں کو جاہل، لالچی اور ظالم دکھانے کے لیے فلموں، ڈراموں اور من گھڑت خبروں سے کام لیا۔ اس سلسلے میں اخبارات اور میڈیا اداروں سے تعاون طلب کیا گیا، جن میں امریکا کا سی این این، فرانس کا اے ایف پی، جرمنی کا رویٹر، امریکا کا یونائٹڈ پریس، ایسوسی ایٹڈ پریس اور دیگر شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب کے دوسرے پروٹوکول کے آخر میں میڈیا کی قوت کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ 'پرنٹ میڈیا کے ذریعے آزادی کا عملی اظہار ہوتا ہے۔ غیر یہودی ممالک میڈیائی حربوں کے استعمال سے واقف نہیں ہیں۔ یہ قوت مکمل طور پر ہمارے ہاتھ میں ہے۔ میڈیا کے ذریعے ہم پردے کے پیچھے غیر یہود پر اثرانداز ہو سکتے ہیں۔ ہم میڈیا کے ذریعے سونے کے قیمتی ذخائر پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں حاصل کرنے کے لیے خون اور آنسوؤں کے سمندر کو عبور کرنا پڑے گا۔ اپنے بہت سے قیمتی جوانوں کی قربانی بھی دینا ہوگی۔ البتہ ہمیں اس سے ایک بہت بڑا نفع ہاتھ آنے والا ہے۔ یاد رہے، ہمارا ہر فرد ظلم و ستم کی علامت ہے۔ خدا کی نظر میں ہمارا ایک فرد ہزاروں غیر یہودی لوگوں کے برابر ہے۔'

بارہویں یہودی پروٹوکول میں میڈیا کے کردار کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ 'عام لوگوں کی بڑی اکثریت کو یہ علم نہیں کہ میڈیا کن مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتا ہے؟ ہم ان کی زبانوں پر تالے ڈال دیں گے۔ ہر طرح کے پرنٹ میڈیا کے متعلق ہمارا طرزِ عمل یہی ہوگا۔ اگر ہم کتابوں اور اخبارات کا ہدف بن گئے تو ہمیشہ خطرے میں رہیں گے۔ چوں کہ اس کام کے اخراجات بہت زیادہ ہیں، اس مقصد کے لیے کہ کوئی اس کام تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ میڈیا کو اہم زرِ مبادلہ کے حصول کا ذریعہ بنا دیں گے۔ ہم چھاپہ خانہ بنانے یا اخبارات شروع کرنے کے لیے زرِ ضمانت رکھنا لازمی کر دیں گے۔ ہر پریس سے یہ ضمانت لیں گے کہ حکومت پر تنقید کرنے سے گریز کرے۔ سرتابی کی صورت میں ان پر بھاری جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ ضمانت کی رقم بھی ضبط کرلی جائے گی۔ اس طرح حکومتوں کو بڑی تعداد میں دولت ملے گی۔ یہ بات واضح ہے کہ تحریکیں یا جماعتیں اتنے بڑے اخراجات ادا نہیں کر پاتیں۔ ایک بار تنقید سے پابندی اور جرمانے کے چیلنج کا بھی سامنا ہوگا۔ اس طرح کوئی ہم پر تنقید کا سوچ بھی نہیں سکے گا۔ کسی پروگرام کو بند کرنے کے لیے یہ عذر کافی ہے کہ 'یہ بے محل ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں انتشار اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔'

یہودی پروٹوکولز میں لکھا ہے کہ 'ہمیں یہودی یہ بات ذہن نشین کرنا ہوگی کہ ہم پر تنقید کرنے والوں میں وہ اخبارات اور میگزین بھی شامل ہوں گے، جو ہم نے ہی شروع کر رکھے ہیں، مگر یہ اخبارات صرف ان امور پر تنقید کریں گے، جن کے بدلنے کا فیصلہ ہم نے خود کیا ہوگا۔ ہم اس بات کی نگرانی کریں گے کہ ہمارے ذرائع کے بغیر بھی کوئی اعلان لوگوں تک پہنچتا ہے کہ نہیں؟ ہم نے یہ ہدف کافی حد تک حاصل کرلیا ہے۔ تمام تر خبریں دنیا بھر سے صرف چند ذرائع ابلاغ حاصل کرتے ہیں۔ ہم ان پر اقتدار حاصل کریں گے۔ صرف وہی خبریں شائع کریں گے، جو ہماری مرضی کے مطابق ہوں گی۔ ابھی ہم نے غیر یہودی ذہنوں پر اس قدر قبضہ جما لیا ہے کہ وہ عالمی واقعات کو اُن رنگین چشموں سے دیکھ رہے ہیں، جو ہم نے انہیں پہنا رکھے ہیں۔ اب دنیا میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں رہا، جس کی وہ تمام باتیں ہمیں معلوم نہ ہوں، جنہیں وہ احمق سب سے زیادہ خفیہ سمجھتے ہیں۔

جو کوئی شخص کتب خانہ، لائبریری یا پریٹر لگانا چاہے، ہم اسے اجازت نامہ لینے پر مجبور کریں گے۔ سرتابی کی صورت میں وہ کتب خانہ یا لائبریری سرکاری تحویل میں لی جائے گی۔ اس طرح فکر و تدبر کے تمام وسائل ہماری حکومتوں کے ہاتھ میں ہوں گے۔ دیگر اقوام کے ساتھ ترقی اور پیش رفت کے نام پر لوگوں کو بے راہ کرنے کے لیے کچھ نہیں بچا ہوگا۔ ہم دیگر پرنٹ مواد کی طرح ان پر بھی خاص فیصدی ٹیکس لگائیں گے۔ ان سے بھی زرِ ضمانت لیں گے۔ تیس صفحات سے کم حجم رکھنے والی کتابوں پر دوگنا ٹیکس لگائیں گے۔ ایسی کتابوں کو ہم پوسٹرز اور پرچوں کا درجہ دیں گے، تاکہ ان مجلوں اور جرائد کی تعداد کم ہوجائے۔ (جو پرنٹ زہر کی سب سے بدترین قسم ہیں) دوسری طرف اس طرح کے مصنفین بڑی اور ضخیم کتابیں لکھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جن کے مطالعے کا ذوق رکھنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔ بالخصوص قیمتوں میں اضافہ لوگوں کے مطالعے کی خواہش کی راہ میں رکاوٹ ہوگا۔ اس کے برعکس ہم لوگوں کے ذہنوں میں اپنے مفادات اور عزائم محفوظ کرنے والے سستی قیمت کا دلچسپ لٹریچر عام کریں گے۔ جسے وہ زیادہ مزے سے پڑھیں گے۔ بھاری ٹیکسوں کی وجہ سے پرنٹ کا سلسلہ کمزور پڑ جائے گا۔ جرمانوں کی ادائی کی صورت میں مصنفین اور لکھاری ہمارے محتاج اور کٹھ پتلی بن جائیں گے۔ اگر پھر بھی کوئی ہمارے خلاف قلم اٹھانا چاہے گا تو ہم اس کی اشاعت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالیں گے۔ اشاعت سے قبل اشاعتی ادارے متعلقہ حکام سے اجازت لینے پر مجبور ہوں گے۔ اس طرح ہمارے خلاف ہونے والی تمام سازشوں کے حوالے سے ہمیں علم ہوتا رہے گا۔ ہم فوراً وضاحتیں دے کر ان لکھاریوں کی کوششیں ابتدا ہی میں ناکام بنادیں گے۔

ہم پورے وثوق اور اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور میں میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر 95 فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے۔ وہ پوری دنیا کا ذہن بنانے کے لیے جس طرف بھی چاہتے ہیں، عام لوگوں کے ذہن اور آراء پھیر دیتے ہیں۔ یہودیوں کی مرضی پوری دنیا کی مرضی ہوتی ہے۔ یہودیوں کا ذوق پوری دنیا کا ذوق ہے۔ ان کی نفرت اور دشمنی کا جو بھی شکار ہو جاتا ہے، وہ پوری دنیا کی نفرت اور دشمنی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے نیست و نابود کرنے کے لیے پوری قوت کے ساتھ ہر وقت آمادہ اور تیار ہوتے ہیں۔ یہودیوں کے دماغوں سے نکلے ہوئے افکار اور اندازے تہذیب و تمدن کے حوالے سے ہوں، سیاست و اقتصادیات کے حوالے سے ہوں، زندگی کے معیار، فیشن، لباس اور دیگر حوالے سے ہوں۔ پوری دنیا پاگلوں کی طرح ان کے پیچھے بھاگتی اور ان پر عمل کو اپنا دین و ایمان سمجھتی ہے۔

یہودی میڈیا کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کے عقائد اور اخلاق پامال کرنے میں مصروف ہیں، بلکہ ان کے تعلیمی نظام، سیاسی نظام، اقتصادیات اور زندگی کے تمام شعبوں میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ مختلف ٹی وی چینلز کے ذریعے موسیقی اور ننگے پن کے پروگرام نشر کر رہے ہیں۔ لوگوں کی زندگیاں لہو و لعب میں برباد کی جا رہی ہیں۔ اسی طرح فحاشی اور بے حیائی میں مسلمانوں کے بچوں بوڑھوں سب کو مبتلا کیا جا رہا ہے۔ اس میں یہودیوں کے مالیاتی ادارے اور بینک بھی قدم بہ قدم شریک ہیں۔ اسی لیے مسلمان دنیا میں ذہنی شکست کے شکار ہیں۔ عالمی سیاست میں مؤثر کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ سیاست اور اقتصادیات میں امریکا کے اشارے پر کام کرتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہودیوں کے میڈیائی منصوبوں نے مسلمانوں کو ذہناً مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہود کے میڈیا پروپیگنڈے کو ناکام بنایا جائے۔ اس سلسلے میں مسلم حکما کی ذمہ داری زیادہ ہے۔ میڈیا کے ہاتھوں مسلمانوں کو درپیش چیلنجز کو پہچانیں اور مقابلے کے ذرائع پر غور کریں۔ اسلام ایک سچا آسمانی دین ہے۔ پوری دنیا کی کامیابی قرآن و سنت کی پیروی میں ہے۔ عالمی طور پر قرآن و سنت کا پیغام پہنچانے کے لیے یہودی منصوبوں کی روک تھام ضروری ہے۔

ناکام حکمت عملی اور صحرائی طوفان

سمیع اللہ زرمتی

ڈونلڈ ٹرمپ کی چند ماہ قبل افغانستان کے لیے نئی حکمت عملی کے اعلان کے ساتھ ہی دشمن کے پروپیگنڈے اور میڈیا کے ذریعے مجاہدین کے خلاف نئی سرد جنگ کا آغاز بھی کیا گیا۔ میڈیا نے پروپیگنڈا شروع کیا اور امریکی جرنیلوں نے دھمکیاں دیں کہ موسم سرما شروع ہوتے ہی ٹرمپ کی نئی جنگی حکمت عملی پر عمل درآمد شروع کر کے امارت اسلامیہ کو عبرت ناک شکست دی جائے گی۔ موسم سرما سے چند ماہ قبل امریکی میڈیا نے پروپیگنڈا شروع کیا تھا۔ میڈیا نے بیک آواز کہا کہ امریکی فوجیوں کا مزید تازہ دم دستہ پہنچ گیا ہے۔ سی آئی اے کے جاسوس بھی کابل پہنچ گئے۔ بگرام ائیربیس میں امریکی طیاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ انٹیلی جنس معلومات کی روشنی میں فوجی آپریشن اور حملوں کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔

میڈیا کے پروپیگنڈے سے یہ تاثر ملتا تھا کہ ٹرمپ کی نئی حکمت عملی کے اعلان کے بعد پالیسی پر عمل درآمد کرنے سے مجاہدین کو سنگین مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کے کنٹرول سے تمام علاقے نکل جائیں گے۔ لوگوں کو پتا نہیں تھا کہ ٹرمپ جنگ کے میدان میں ناکامی سے دوچار ہیں۔ اس لیے وہ پروپیگنڈے کی جنگ میں کود رہے ہیں۔ موسم سرما کی سردی بڑھتے ہی ٹرمپ کی حکمت عملی پر قابض فوج اور کٹھ پتلی فورسز نے عمل درآمد شروع کیا۔ پہلے مرحلے میں ہلمند، غزنی اور اروزگان صوبوں میں حملہ آوروں نے بڑے پیمانے پر فضائی حملوں کا آغاز کیا۔ ہلمند میں دشمن نے ضلع مارجہ کو اپنا ہدف مقرر کیا۔ گزشتہ سال کے دسمبر کے دوسرے نصف میں قابض امریکی اور افغان فورسز نے ضلع مارجہ پر دھاوا بول دیا۔ دشمن کے فوجی بھاری ہتھیاروں سے لیس تھے۔ انہیں فضائیہ کی مدد بھی حاصل تھی۔ مجاہدین ان کی پیش رفت روکنے کے لیے کمربستہ ہو گئے اور شدید مزاحمت کی۔

ٹرمپ کے لشکر نے ہلمند کے مارجہ میں دس دن تک مسلسل فضائی حملے کیے اور پیش قدمی کی کوشش کی، لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کی ہلاکتوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ کامیابی کی کوئی جھلک نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجاہدین نے اپنی حکمت عملی اور احتیاطی تدابیر سے کام لیتے ہوئے دشمن کے خلاف ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ دشمن کو بھی بھاری جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ مزید مقابلہ کرنے کی ہمت ہار گیا۔ دس دن بعد اسے مارجہ میں ہزیمت اٹھانا پڑی اور وہ واپس دارالحکومت لشکرگاہ کی طرف فرار ہو گیا۔

ہلمند میں ناکامی کے بعد کٹھ پتلی حکومت کی وزارت دفاع نے دسمبر کے آخری ہفتے میں صوبہ غزنی کے دارالحکومت اور تین اضلاع قرہ باغ، انڈڑ اور دھیک میں "صحرائی طوفان" کے نام سے فوجی آپریشن شروع کیا۔ اس آپریشن کی کمان سنبھالنے کے لیے آرمی چیف جنرل شریف یفتلی خود غزنی آئے۔ پہلی بار ضلع قرہ باغ میں آپریشن شروع کیا گیا، جس میں تقریباً 150 ٹینکوں اور ہزاروں فوجیوں نے حصہ لیا۔ انہیں فضائیہ کی مدد بھی حاصل تھی۔ انہوں نے قرہ باغ پر دھاوا بول دیا۔ تاہم امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین نے قرہ باغ کے علاقے نوروز خیل گاؤں میں جنگ شروع کی۔ پہلے دن مجاہدین نے دشمن کے تین ٹینکوں کو نشانہ بنایا اور کٹھ پتلی فورسز کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ میدان جنگ میں بزدل دشمن اپنے اہل کاروں کی 12 لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

ضلع قرہ باغ میں دشمن نے دس دن تک مسلسل اپنی طاقت کا زور آزمایا، لیکن وہ مجاہدین کے زیر کنٹرول کسی علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لڑائی میں دشمن کو بھاری جانی نقصان ہوا۔ حتیٰ کہ درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ قرہ باغ میں شکست سے دوچار ہونے کے بعد سرکاری فوج نے اپنی ناکامی کا انتقام عوام سے لیا۔ قبرغہ گاؤں میں شہریوں کے گھروں کے دروازے بموں سے اڑا دیے۔ مقامی لوگوں کی املاک مسمار اور قیمتی سامان لوٹ لیا گیا۔ قرہ باغ میں ناکامی کے بعد

سرکاری فورسز نے غزنی شہر کے مغرب کی جانب واقع نوغی کے علاقے پر حملہ کیا۔ یہاں بھی مجاہدین نے شدید مزاحمت کی اور صبح سے شام تک مسلسل جھڑپیں ہوتی رہیں۔ جس کے باعث سرکاری فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ چند دنوں بعد صحرائی طوفان آپریشن کی کامیابی کے لیے کابل سے تازہ دستے پہنچ گئے۔ انہیں 200 ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں کی مدد حاصل تھی۔ انہوں نے غزنی کے ضلع انڈڑ پر حملہ کیا۔ جب کہ مجاہدین نے انڈڑ میں داخل ہونے سے پہلے علم وال، گور اور بدوان کے علاقے میں سرکاری فورسز پر جارحانہ حملے شروع کر دیے۔ سارا دن جھڑپیں ہوتی رہیں، جن میں کئی ٹینک تباہ ہو گئے اور حکومت کے فوجیوں کو بھاری جانی نقصان پہنچا۔ حکومت کے ہیلی کاپٹروں نے ضلع انڈڑ میں مقامی آبادی کو نشانہ بنایا۔ قلعہ جمال اور بدوان کے علاقے میں مختلف دیہاتوں پر بمباری کی، جس سے متعدد شہری شہید ہوئے۔ ان میں ایک معمر شخص اور خواتین بھی شامل تھیں۔ بعد ازاں قرہ باغ کی طرح ضلع انڈڑ میں بھی کٹھ پتلی فورسز کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ مزید پیش رفت کے بجائے اسے پسپائی اختیار کرنا پڑی۔

ضلع انڈڑ میں ناکامی کے بعد کٹھ پتلی فورسز نے غزنی کے ضلع دھیک پر حملہ کیا۔ وہاں بھی اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ سرکاری فورسز عام سڑک سے قریبی گاؤں کی طرف پیش قدمی کرنے کی جرأت نہیں کر سکی۔ کیوں کہ دیہاتوں میں مجاہدین کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ انہیں عام لوگوں کی حمایت حاصل ہے۔ اس لیے فورسز نے مزید زور آزمانے کے بجائے راہ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھی۔ 7 جنوری کو کابل کے حکام نے 'صحرائی طوفان' نامی آپریشن کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔

غزنی میں صحرائی طوفان آپریشن اگرچہ میدان جنگ میں ناکامی سے دوچار ہوا، لیکن پروپیگنڈے کے میدان میں نہایت مؤثر اور کامیاب رہا۔ وزرات دفاع کے ہنگامہ خیز ترجمان نے حسب سابق جھوٹے دعوے کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس آپریشن میں سیکڑوں مجاہدین مارے گئے ہیں۔ ان کے زیر کنٹرول متعدد علاقوں پر سرکاری فورسز نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مصدقہ اطلاعات کے مطابق ان تمام جھڑپوں اور کارروائیوں میں صرف ایک مجاہد شہید اور پانچ زخمی ہوئے تھے۔

ہلمند اور غزنی میں دشمن کی کارروائیوں کی ناکامی بعد حکومت نے صوبہ اروزگان میں بھی ایک بڑے فوجی آپریشن کا اعلان کیا۔ صوبائی دارالحکومت ترین کوٹ میں مجاہدین کے ٹھکانوں پر زمینی اور فضائی کارروائی شروع کی گئی۔ مجاہدین کی شدید مزاحمت کے باعث حکومت کو ایک انچ پیش قدمی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ شدید مزاحمت کے باعث اسے مسلسل پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ 10 جنوری کو امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی نے اعلان کیا کہ ہلمند اور غزنی کی طرح اروزگان میں بھی حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز کو مکمل شکست کا سامنا ہے۔

قاری یوسف احمدی نے اپنے بیان میں کہا 'گزشتہ بیس دن سے کابل فورسز نے جارحیت پسندوں کی ہدایت پر اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے علاقے لندہ کوسہ، سول اور کوتوال میں مجاہدین کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا۔' بیس دن جاری رہنے والے فوجی آپریشن کے دوران کٹھ پتلی فورسز نے ایک انچ پیش قدمی بھی نہیں کی۔ اسے قابض امریکی فضائیہ کی مدد بھی حاصل تھی۔ اس کے باوجود وہ ناکامی سے دوچار ہوئی۔ مجاہدین نے شدید مزاحمت کرتے ہوئے اُجرتی فورسز پر ہر جانب سے خوف ناک حملے شروع کر دیے۔ اسے گھیرے میں لے لیا۔ بیس دن بعد وہ تمام علاقوں سے فرار ہو گئے اور آپریشن ختم کر دیا گیا۔

درست اعداد و شمار کے مطابق بیس دن کے دوران دشمن کے تین اہم کمانڈروں سمیت 87 فوجی، پولیس اور لیویز اہل کار ہلاک ہو گئے۔ 138 اہل کار زخمی ہوئے۔ 7 ٹینک مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ دشمن کو بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ مایوس ہو کر پسپا ہو گیا۔ آپریشن ختم کر دیا۔ بیس دن کے دوران دشمن نے مجاہدین کے ٹھکانوں پر امریکی فضائیہ کے تعاون سے بیس سے زیادہ حملے کیے۔ ہر بار مجاہدین نے منہ توڑ جواب دیا۔ اروزگان کے آپریشن کے دوران 9 مجاہدین شہید اور چھ زخمی ہوئے۔ اللہ تعالی ان کی شہادت قبول فرمائے۔ آمین

ہلمند، غزنی اور اروزگان میں دشمن کے فوجی آپریشن کی ناکامی سے ثابت ہوا کہ ٹرمپ کی جنگی حکمت عملی ناکام رہی ہے۔ طاقت کے بے دریغ استعمال کے باجود افغانستان میں صورت حال تبدیل نہیں ہوئی۔ نہ ہی مجاہدین کے لیے قابل ذکر مشکلات پیدا کی جا سکی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالی کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں کہ عالمی استعمار کو جلد یا بدیر شکست ہو گی۔ اسلامی ملک اور شہداء کی دھرتی پر ایک بار پھر اسلامی نظام نافذ ہو کر رہے گا۔ کفر اور ظلم کے سیاہ بادل چھٹ جائیں گے۔

ان شاءاللہ تعالی

امن کے جھوٹے علمبردار

عبید تنویر

چند دن قبل میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ ترکی میں قیام امن کے حوالے سے ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں امارت اسلامیہ کے ایک وفد نے شرکت کی ہے۔امارت اسلامیہ نے ان نام نہاد مذاکرات سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے اعلامیہ جاری کیا، جس میں واضح کیا گیا تھا کہ 'ہم نے ترکی مذاکرات کے لیے کوئی نمائندہ وفد بھیجا ہے اور نہ ہی ان مذاکرات میں شریک وفد کو امارت اسلامیہ کی نمائندگی کرنے کا حق حاصل ہے۔'

امارت اسلامیہ نے ترکی مذاکرات کو جعلی منصوبہ اور خفیہ قوتوں کی کارستانی قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ جہاد پر نام نہاد مذاکرات کے منفی اثرات نہیں پڑیں گے۔ امن، مفاہمت اور مذاکرات کے خوش نما عنوانات بظاہر بہت دل کش ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ افغان عوام کو قیام امن کی شدید ضرورت ہے۔ افغان عوام استعماری قوتوں کی سازشوں اور مفادات سے پاک امن چاہتے ہیں۔ جب کہ کٹھ پتلی حکمران ملک و قوم کے بجائے قابض قوتوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے خدمت گزار بنے ہوئے ہیں۔ وہ ملک و قوم کے خلاف امریکی جرائم میں برابر کے شریک ہیں۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ افغان عوام لڑنے کے لیے امریکا نہیں گئے۔ انہوں نے امریکی سرزمین کے ایک انچ پر قبضہ تک نہیں کیا ہے۔ جب کہ امریکا نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے افغانستان پر حملہ کیا اور گزشتہ 17 برس کے دوران تین لاکھ مظلوم اور نہتے افغان شہریوں کو شہید اور لاکھوں افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ امن کے علم بردار اگر قیام امن کے حوالے سے واقعی سچے اور بااختیار ہیں تو وہ امارت اسلامیہ سے مذاکرات سے قبل امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدے اور ٹرمپ کی جنگی حکمت عملی کے بارے میں وضاحت کریں۔ کابل کے غلام حکمران نے آنکھیں بند کر کے امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا۔ایسے لوگوں سے امن کی کیا توقع کی جاسکتی ہے!

دوسری جانب قوم نے مشاہدہ کیا ہے کہ اشرف غنی، چیف ایگزیکٹو اور حکومت میں شامل تمام اعلی حکام نے ایک گورنر کو اپنے منصب سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کی، لیکن وہ اتنے نااہل اور بے اختیار ہیں کہ وہ ایک گورنر تک تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مجرم اور قاتل کو سزا دے سکتے ہیں۔اسی طرح امریکا افغان اجرتی فورسز کو نشانہ بناتا ہے۔ درجنوں اہل کاروں کو مار دیا جاتا ہے۔ جب کہ نام نہاد اور نااہل حکمرانوں میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ ان واقعات کی مذمت کریں یا امریکا سے وضاحت طلب کریں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ امریکا کو افغانستان سے انخلا پر مجبور کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا یہ تمام کوششیں اس لیے کر رہا ہے کہ وہ اپنے ناجائز قبضے کو دوام بخشنے کے لیے عوام کو مصروف رکھے۔ جنگ کے علاوہ جعلی مذاکرات کے نام پر نام نہاد امن کا دروازہ بھی کھلا رکھے، تاکہ جو لوگ امریکی غلامی قبول کرتے ہیں، وہ اس راستے کا انتخاب کریں۔

اللہ تعالی کی مدد اور افغان قوم کی حمایت سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے عملی طور پر امریکا کو شکست دی ہے۔ امریکا شکست کا اعلان نہیں کرتا ہے تو یہ استعمار کا ایک اور ڈھنگ ہے۔افغان عوام بخوبی جانتے ہیں کہ افغانستان کے 80 فیصد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔ لہذا ترکی مذاکرات میں شریک افراد قوم کے سامنے بے نقاب ہو گئے ہیں۔

امریکی استعمار کی شکست کی بازگشت

قاضی محمد عادل

24 دسمبر 1979 کو سوویت یونین نے افغانستان پر جارحیت کی تھی۔ ایک لاکھ روسی فوجی شمالی سرحد سے افغانستان میں داخل ہوئے۔ افغان عوام اس جارحیت کو برداشت کرنے والے نہیں تھے۔ انہوں نے روس کو منہ توڑ جواب دیا۔ یہ جہاد دس سال تک جاری رہا۔ روسی فوج نے مظلوم عوام پر ہر طرح کے مظالم ڈھاتے ہوئے انہیں غلام بنانے کی کوشش کی۔ جب کہ افغان عوام نے سر اُٹھا کر جینے کو ترجیح دی۔ لاکھوں لوگوں نے لازوال قربانیاں دیں۔ ہجرت کی مشکلات برداشت کیں۔ البتہ دس سال مزاحمت کے بعد سوویت یونین کو ناقابل تلافی شکست دے کر اسے فوجی اور اقتصادی طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

24 دسمبر افغان تاریخ میں ایک سیاہ دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب کہ 15 فروری 1989 افغان تاریخ میں یادگار دن ہے، جب روس شکست کھا کر یہاں سے نکلا تھا۔ یہ جنگ 9 سال 1 مہینہ 3 ہفتے اور 1 دن جاری رہی تھی۔ 15 فروری کامیابی اور انقلاب کی فتح کا دن ہے۔ روسی انخلا کے بعد کمیونسٹ حلقے جہاد کی کامیابی اور روسی فوج کی شکست سے لرزہ براندام تھے۔ ان کے لیے یہ سانحہ ناقابل برداشت تھا۔ وہ اس لیے سوویت یونین کی شکست کا دن مناتے ہیں اور نہ ہی افغانستان کی آزادی کا جشن مناتے ہیں۔ اس انقلاب کو تیس برس ہو رہے ہیں۔ ہمیں وہ دن آج بھی یاد ہے۔ کیوں کہ افغان قوم نے ملک کی آزادی کے لیے جو تاریخی قربانی دی، وہ ناقابل فراموش اور تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اس پر آئندہ نسلیں فخر کریں گی۔ وہ اپنے آباء واجداد کی قربانیوں کو سلام پیش کریں گے۔

بدقسمتی سے ہم نے ان تیس برسوں میں بہت کم وقت پُرامن اور اسلامی نظام کے زیرِ سایہ گزارا ہے۔ ہم آج بھی اسی بدترین صورت حال کا شکار ہیں۔ ہماری قوم آج بھی ایک استعمار کے خلاف مزاحمت کر رہی ہے۔ وہ اپنی تاریخ تازہ کر رہی ہے۔ امریکا نے جدید ٹیکنالوجی، ہتھیاروں اور طاقت کے غرور میں افغانستان پر جارحیت کا ارتکاب کیا۔ امریکا کا خیال تھا کہ افغانستان بھی وسطی ایشیائی مسلم ممالک کی طرح جلد فتح کر لیا جائے گا۔ جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو تب یہ کہا جاتا تھا کہ امریکا کو شکست دینا ناممکن ہے۔ امریکی فوج کی ڈکشنری میں شکست کا لفظ نہیں ہے۔ وہ جہاں پر بھی حملہ آور ہوتی ہے تو کامیابی اس کا مقدر ہوتی ہے۔ البتہ یہ افغانستان ہے۔ یہاں کے باسی اپنی ہمت، جرأت اور بہادری سے انگریز سامراج اور سوویت یونین کو شکست دینے کی تاریخ رکھتے ہیں۔ اس دھرتی کے بیٹے امریکا کو شکست دینے کے لیے پُرعزم ہیں۔

افغان عوام کے نزدیک مادی وسائل اور فوجی طاقت کے اسباب کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ افغان عوام عقیدے کی بنیاد پر آزادی کا ہر قیمت پر دفاع کریں گے۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی بھی طاقت ان پر زبردستی حکمرانی نہیں کر سکی۔ جس نے یہاں کا رُخ کیا، وہ ناکام رہا۔ افغانستان کو فتح کرنے کا خواب دیکھنے والے روس کے بعد اب امریکا افسوس کر رہا ہے۔ آج ٹرمپ گورباچوف کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ گورباچوف نے انخلا کے بعد فخریہ انداز میں کہا تھا کہ میں نے اپنے ملک کو افغانستان کے دلدل میں ڈوبنے سے بچا لیا ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکی عوام کی اکثریت اس جنگ کے خلاف ہے۔ جب امریکا یہاں سے انخلا کرتے گا تو ٹرمپ بھی گورباچوف کا جملہ دُہرائیں گے۔

آج افغان معاشرے میں روس کے غلام اور ایجنٹ شرم شار ہیں۔ اسی طرح کل امریکا کے غلام اور حواری بھی امریکی فوج کے انخلا کے بعد شرمندہ ہوں گے۔ اُن کا مستقبل پر غداری کا دھبہ لگا رہے گا۔ وہ ہمیشہ ذلیل رہیں گے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہمیں یقین ہے جب بھی افغانستان پر کسی طاقت ور نے حملہ کیا ہے، مجاہد قوم نے اُسے شکست سے دوچار کیا ہے۔ انگریز سامراج اور روسی استعمار کے بعد اب امریکا کی باری ہے۔ یہ بھی جلد شکست کا اعلان کرے گا۔ وہ دن دور نہیں کہ ہم لازوال قربانیوں کے نتیجے میں ایک نئی آزادی کا جشن منائیں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

عالمی نظام رُو بہ زوال ہے

عدنان خان

11 دسمبر 2017 کو رینڈ نامی غیر کاروباری امریکی کمپنی نے ایک رپورٹ نشر کی۔ اس تحقیق میں سوال اُٹھایا گیا کہ 'کیا امریکا یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ موجودہ عالمی نظام کو ایسے جاری رکھے۔' اس تجزیے میں امریکی فوج پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو مخاطب کیا گیا کہ 'امریکا کی قومی دفاعی اسٹریٹیجی کو پھر سے دیکھا جائے۔' مطالبہ کیا گیا ہے کہ 'اگر امریکا مخالفین اور دشمنوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ امریکی فوج دہشت گردی کے چیلنجز اور خطرات کو شکست سے دوچار کر دے تو وہ نظام جو 70 سالوں سے آزادی کے نام پر قائم ہے، سوال کی زد میں آجائے گا۔

امریکا دوسری عالمی جنگ جیتنے والا ملک ہے، جس نے عالمی نظام ایجاد کیا۔ امریکا نے دوسری عالمی جنگ کی جیت کا رخ بدلا۔ ایک ایسا موقف اختیار کیا، وہ جس سے جنگ جیتنے والی قوت کے طور پر سامنے آیا۔ 1945 میں یالٹا (Yalta) کانفرنس میں جنگ جیتنے والوں کی درمیان اختلافات آ گئے تھے۔ ایک سال بعد Bretton Woods Conference بریٹون ووڈز کانفرنس میں پیسوں کے عالمی صندوق، عالمی بینک اور مالیات کے ہمہ پہلو معاہدے سامنے آئے۔ اسی طرح بروکینگز انسٹیٹیوٹ نے ایک رپورٹ میں کہا کہ 'امریکا نے عالمی بینک سمیت دیگر کئی ہمہ پہلو تنظیموں کے قیام کا نظریہ دیا ہے۔ تاکہ اس طرح کی تنظیموں کو وسائل کے طور پر امریکا کی بیرونی پالیسی کے تعاون کے لیے خصوصاً امریکا کے مفادات کے لیے استعمال کیا جائے۔ امریکا کا خیال تھا کہ عالمی اقتصادیات کو تنظیم میں پرو دیا جائے اور اقتصادی سرچشموں پر قبضہ کیا جائے۔ عالمی بینک کے فیصلوں اور پالیسیوں میں امریکا کی سرمایہ کاری کے مقاصد اور ادارے بنیادی حیثیت اختیار کر جائیں۔ امریکا نے ان مقاصد کے لیے یہ جان لیا کہ یورپ اور ایشیا میں ان کا عسکری وجود ہونا ضروری ہے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد فوراً یہ اعلان کیا گیا کہ 'جرمنی اور جاپان مستعمرہ ممالک ہیں۔ جو قوتیں مسلح فوج رکھتی ہیں، ان کے لیے اسلحہ اور کارروائیوں کے حوالے سے حدود وضع کی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ 1949 میں نیٹو ایک فوجی تنظیم کے طور پر سامنے آیا۔ جس کے ذریعے امریکا نے یورپ پر حاکمیت کے پَر پھیلا دیے۔

سوویت یونین کے خاتمے اور سرد جنگ کے اختتام نے امریکا اور اس کے نظام آزادی کو عالمی برتری حاصل کرنے کا موقع دیا۔ کئی دہائیوں میں یہ پہلی بار ہو رہا تھا کہ امریکا دوسری جنگ عظیم کے بعد اپنے لیے اپنی مرضی کا کوئی منصوبہ تشکیل دے رہا تھا۔ البتہ اس کی یہ بڑی امیدیں قائم نہ رہ سکیں۔ ایسا لگتا ہے کہ عالمی نظام آہستہ آہستہ زوال کی جانب گامزن ہے۔ 2000ء میں رنگی انقلاب میں روس کی شرکت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روس مرکزی ایشیا اور قفقاز میں اتحادیوں سے تعلقات کے گہرے ریشے رکھتا ہے۔ اگرچہ یوکرائن پر حملے کی مخالفت ہونی چاہیے، مگر اس سے اس بات کی بہر حال تقویت ملتی ہے کہ امریکا کی یہ برتری دائمی نہیں ہے۔ امریکا کے دائمی مفادات یہاں سے پورے نہیں ہو پائیں گے۔ اسی طرح شام سے لے کر عراق تک اور روانڈا سے لے کر کانگو تک مسلسل عالمی حادثات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالمی سوسائٹی کمزور ہو چکی ہے۔ اسی طرح ان المیوں سے واضح ہوتا ہے کہ عالمی برادری عالمی امن برقرار رکھنے میں ناکام رہی ہے۔

عالمی تجارتی تنظیم اس لیے بنائی گئی تھی کہ فری مارکیٹ ممالک کے توسط سے چھوٹے ممالک تک اپنا ڈاکٹرائن پہنچایا جائے۔ اسی طرح ایک منصوبہ یہ تھا کہ ان ممالک پر دباؤ ڈالا جائے، جو اقتصادی قوت بننے جا رہے ہیں، تاکہ وہ عالمی قوانین کی پیروی کریں۔ مارکیٹ میں محکمانہ مداخلت کم ہو جائے۔ عالمی ذخائر جیسے پانی، انرجی، تعلیم و تربیت اور صحت کے شعبے میں نجی سیکٹر کو زیادہ حصہ دیا جائے۔ اسی طرح دوحا میں مذاکرات کے توسیعی دور میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ 2001 سے 2005 تک اس کا استعمال کیا جائے اور ایسا دکھایا جائے کہ ترقی پذیر ممالک غیر متوازن حالات میں ہیں۔ وہ اب تک کامیاب نہیں ہوئے۔ داخلی طور پر یا گھریلو سطح پر مالیاتی سیکٹر نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ معاملہ عالمی معیشت کے لیے مضبوطی کی بنیاد نہیں ہے۔ یہ ایک خیالی بات ہے۔ عالمی مالیاتی بحرانوں کا آنا، تجارتی معاہدات اور قوانین کا قیام، جس سے عالمی مارکیٹ مضبوط ہو جائے، ایسا لگتا ہے یہ مسائل کا حصہ ہیں، حل نہیں۔

سیاسی اور معاشی فیصلہ ساز قوتیں یا چلانے والے لوگوں نے لبرل نظام تو قائم کر لیا، مگر وہ پالیسی ساز قوت بننے، اطمینان اور اعتماد دینے والی قوت بننے میں ناکام رہے۔ تاریخی یادوں کا تحفظ کیا جا سکا اور نہ یہ صلاحیت رہی کہ اپنا وجود ہی برقرار رکھا جا سکے۔ نئے سرچشمے اور کھلاڑی یورپ کی بیسویں صدی کی ستیزہ کاریوں کے جانشین بن گئے۔ نئے میکانزم ایجاد کیے گئے، جسے اختتام تک پہنچانے میں عالمی طاقتیں ناکام رہیں۔ رینڈ یہ تسلیم کرتا ہے کہ عالمی نظام کی شناخت ختم ہونے والی ہے۔ اب ہمیں ایک نیا نظام تلاش کرنا ہو گا۔

2017 میں شہری ہلاکتوں کی چند مثالیں

9 فروری 2017 کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے بازار کے قریب قابض قوتوں نے شدید بمباری کر کے 26 شہریوں کو شہید کر دیا، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ جب کہ 13 شہریوں زخمی ہوئے۔ 2 مارچ کو صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کے اگلی بازار کے قریب ملاخیل گاؤں پر امریکی بمباری سے 2 خواتین سمیت نو افراد شہید اور دو بچے زخمی ہو گئے۔ 3 مارچ کو صوبہ فراہ کے ضلع فرارود کے علاقے ژڑاخنذزادہ زیارت، تپہ سعادت، تودنک، سپانزئی اور بازار کے قریب دیہات پر حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے میں خواتین اور بچوں سمیت پندرہ شہری شہید اور 22 افراد زخمی کر دیے۔ 3 مارچ بہت خونی دن تھا۔ اسی دن قابض افواج اور کٹھ پتلی فورسز کے فضائی حملوں اور زمینی کارروائیوں میں 60 شہری شہید اور زخمی کر دیے۔

9 مارچ کو قندوز کے ضلع چہاردرہ کے علاقے سڑک بالا عیسیٰ خیل میں امریکی فضائی حملے میں 6 قبائلی افراد شہید ہوئے۔ 13 مارچ کو صوبہ پکتیکا کے ضلع ارگون کے علاقے درہ میں حملہ آوروں نے نماز جنازہ پر بمباری کر کے 13 شہریوں کو شہید اور پانچ کو زخمی کر دیا۔ 22 مارچ کو میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ فراہ کے صوبائی دارالحکومت اور ضلع بالابلوک کے درمیان کنسک کے علاقے میں شہریوں کے 200 گھروں کو مسمار کر دیا گیا۔ 29 مارچ کو مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے وزیر میں قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے میں 30 نہتے شہری شہید اور زخمی کر دیے۔ 7 اپریل کو صوبہ ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں قبائلی رہنماؤں اور قومی معززین نے قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کی جانب سے شہری مقامات پر بمباری اور حملوں کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ گزشتہ ہفتے کے دوران درجنوں شہری، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، شہید اور زخمی کیے گئے ہیں۔

23 مئی کو صوبہ بادغیس کے ضلع درہ بوم میں کٹھ پتلی فورسز کی کارروائی میں خواتین اور بچوں سمیت 20 شہری شہید اور دس زخمی ہو گئے۔ 10 جولائی کو صوبہ ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے مضافات میں قابض امریکی فوجیوں کے فضائی حملے میں چار خواتین سمیت 11 افراد شہید ہو گئے۔ 13 جولائی کو صوبہ ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے قریب لوڑ درویشان کے مقام پر امریکی فضائی حملے میں 9 افراد شہید اور 25 زخمی ہوئے۔ 24 جولائی کو صوبہ ننگرہار کے علاقے ہسکہ مینہ میں فاتحہ خوانی کے اجتماع پر امریکی طیاروں نے بمباری کی، جس کے نتیجے میں 40 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ 10 اگست کو ننگرہار کے علاقے ہسکہ مینہ میں امریکی طیاروں کی بمباری میں 16 شہری شہید ہوئے۔ 28 اگست کو صوبہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے بخت آباد کے گاؤں معروف پر امریکی حملے میں 40 شہری شہید ہوئے، جن میں زیادہ تر خواتین اور بچے تھے۔

12 اکتوبر کو صوبہ کنڑ کے ضلع چوکی کے علاقے گلدرہ میں سول آبادی پر امریکی طیاروں نے بمباری کر کے دو گھروں کو نشانہ بنایا اور خواتین اور بچوں سمیت 14 شہریوں کو شہید کر دیا۔ 3 نومبر کو صوبہ قندوز کے ضلع چہاردرہ میں سڑک بالا کے مقام پر قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران درجنوں مکانات تباہ کر دیے۔ اس بہیمانہ کارروائی میں 25 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ جب کہ مقامی لوگوں کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ حملہ آوروں نے شہری ہلاکتوں کی تردید کی ہے، لیکن کابل میں اقوام متحدہ کے نمائندہ دفتر یوناما نے تمام شہریوں کی شہادت کی تصدیق کی ہے۔ 9 نومبر کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کے علاقے تنگ آباد کے بازار پر قابض امریکی طیاروں نے شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں 22 افراد شہید اور زخمی ہوئے اور متعدد مکانات تباہ اور جانور ہلاک ہو گئے۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراو بر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

وہائٹ ہاؤس میں شکست کی گونج

ابوبکر شہاب

کچھ دن پہلے امریکی کانگریس کو بھیجی گئی ایک رپورٹ میں افغانستان میں امریکی دعوؤں کا خفیہ چہرہ بے نقاب ہوا ہے۔ رپورٹ میں واضح لکھا گیا ہے کہ 'افغان حکومت کا کنٹرول صرف 30 فیصد رقبے پر ہے۔ جب کہ 70 فیصد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔

امریکی نگران ادارے SIGAR کی جانب سے بھی افغانستان کی موجودہ صورت حال کے بارے میں کانگریس کے علاوہ امریکی محکمہ دفاع 'پینٹاگون' کو ایک خط بھیجا گیا ہے۔ اُس میں امریکی فوج کی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے تشویش ظاہر کی گئی ہے کہ امریکا کے کنٹرول سے نکل رہا ہے۔ سیگار کی رپورٹ کے مطابق 2017 میں حملوں، بم دھماکوں اور جنگوں میں 2012 کے مقابلے میں تین گنا اضافہ ہوا ہے۔ بدامنی کی بڑھتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر امریکی فوج کی ہلاکتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ جب کہ افغان فوجیوں کی ہلاکتیں معمول بن گئی ہیں۔

رپورٹ میں درج ہے کہ افغان حکمت عوام کے مفادات کے تحفظ اور انہیں امن دینے میں ناکام رہی ہے۔ وہ عوامی ضروریات پوری کرنے میں مکمل طور پر نااہل ہے۔ جب گزشتہ سال اگست میں نئی امریکی حکمت عملی کا اعلان کیا گیا تو فضائی حملوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں اکتوبر میں امریکا نے 653 بار بمباری کی، جو 2012 کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ اس کے باوجود افغان حکومت کی اتھارٹی میں اضافہ نہیں ہو سکا۔ امریکی فضائی حملوں میں عام شہریوں کی ہلاکتوں میں اضافے کے باعث افغان حکومت عوام کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اس کے برعکس مجاہدین کی حمایت میں اضافہ ہوا ہے۔

رپورٹ میں اقوام متحدہ کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ 2017 کے مارچ سے 30 ستمبر تک 8 ہزار عام شہری جاں بحق ہوئے ہیں۔ امریکا نے مجاہدین کو شکست دینے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کیے۔ اس کے باوجود امارت اسلامیہ ستر فیصد رقبے پر کنٹرول اور اثر و رسوخ رکھتی ہے۔ اگرچہ کٹھ پتلی حکومت نے سیگار کی رپورٹ کو مسترد کر دیا ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ امریکا 17 سال مزید بھی جنگ جاری رکھے اور اربوں ڈالر خرچ کرے، وہ تب بھی ناکام ہو گا۔ افغانستان کو فتح کرنے کا خواب کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا۔

یہ سچ ہے کہ جو اشرف غنی اور ان جیسے بے ضمیروں کے نزدیک امریکی مفادات سب سے مقدم ہیں۔ ان کی ترجیحات میں امریکا کے مفادات کا تحفظ شامل ہے۔ وہ دن رات امریکا کی کامیابی کے لیے کوشاں ہیں۔

دوسری طرف تاریخ گواہ ہے کہ جو قوم آزادی سے محبت کرتی ہے۔ ملک کی خودمختاری کے لیے جدوجہد کرتی ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے غلام بنا سکتی ہے اور نہ ہی شکست دے سکتی ہے۔ امریکا جن کے خلاف جنگ میں مصروف ہے، وہ غیرت اور بہادری کی شان دار تاریخ کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اسی قوم نے چنگیز اور انگریز سامراج کو شکست دی ہے۔ اسی نے سوویت یونین کے ٹکڑے کیے تھے۔ آج کے معرکے میں امریکا روس جیسے انجام کا سامنا کر رہا ہے۔ امریکا کی افغانستان میں تمام کوششیں ضائع ہو رہی ہیں۔ فضائی حملوں میں اضافے کی وجہ سے امریکا کی شکست فتح میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔

بہتر یہ ہے کہ وہ افغانستان سے اپنے فوجیوں کے انخلا پر غور کرے۔ وحشیانہ حملوں سے افغانستان فتح نہیں کیا جا سکتا۔ 17 برس کے دوران یہ پالیسی ناکام ثابت رہی ہے۔ افغان عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے دیا جائے تو افغانستان اور پورے خطے کا امن بحال ہو سکتا ہے۔ ان شاء اللہ

مسلم خواتین ہوشیار رہیں!

ام صہیب

مغرب اپنے خطرناک ہتھکنڈوں کے ذریعے اسلامی دنیا میں آزادی افکار کے نام پر بے جا بے باکی اور دین پر زبانیں لمبی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آزادی افکار کے نام پر فکری اور ثقافتی یلغار کی جاتی ہے۔ جس کا نقصان افکار، عادات اور اسلامی عقائد کی خلاف ورزی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جب کہ مزید یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ مسلمان ایک صدیوں پرانے مذہب کے پیرکار ہونے کی وجہ سے جدید دنیا کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔جب کہ عورت کو گھر سے باہر نہ نکلنے دینے کی قید نے مسلمانوں کی ترقی کے پاؤں باندھ دیے ہیں۔ مسلم خواتین کے حوالے مغرب کے تنقیدوں تیروں کا رخ اکثر حجاب اور جسم ڈھانپنے والے شرعی لباس کی طرف رہتا ہے۔ جب کہ مغرب کی بے حیا کر دی جانے والی اور دو انتہائی مختصر کپڑوں میں سرِ بازار پھرنے والی عورت کو آئیڈیل اور ماڈل بنا کر دکھایا جاتا ہے۔ مغربی خواتین کو مونث کبوتر کی طرح دکھایا جاتا ہے، جو جب اور جہاں چاہے، اُڑ کر جاسکتی ہے۔اسلام کو ایک پسماندہ دین باور کرانے کے لیے خصوصاً حجاب کو بے وقعت بنا کر دکھایا جاتا ہے۔

اس حوالے سے افغانستان بہترین مثال ہے۔ مغرب سوویت یونین کی شکست کے بعد افغان مسلم خواتین کی اسلامی شناخت پر حملہ آور ہوا۔اس کے لیے CNN اور BBC جیسے اداروں نے بھی کابل سے مجاہدین کے انخلا کے بعد اسلامی حجاب اور افغان خواتین کی آزادی کو موضوعِ بحث بنالیا۔ سی این این اور بی بی سی نے مسلسل یہ رپورٹیں شائع کیں کہ افغان خواتین اس حد تک خستہ حالت میں ہیں کہ چھوٹے چھوٹے وسائل اور خوشیوں سے بھی محروم رکھی گئی ہیں۔ مزید کہا گیا کہ افغان خواتین کو مارا پیٹا جاتا ہے۔ خصوصاً جب کبھی وہ زور سے ہنستی ہیں تو انہیں سخت رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ گھر سے باہر کام نہیں کر سکتیں۔ انہیں اکیلے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر امریکا نے افغان خواتین کی خود ساختہ کسمپرسی ختم کرنے کے لیے حملہ کیا تھا تو آج سترہ سال ہوگئے ہیں۔ افغان خواتین امریکی بمباری میں تباہ ہونے والے اپنے گھروں سے اُٹھ کر نامکمل خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ کیا امریکا یہی خدمت کرنا چاہتا تھا؟ کیا امریکا افغان خواتین کو یہی آزادی دینا چاہتا تھا؟ مغربی میڈیا ایسے حالات کی طرف کبھی توجہ نہیں کرے گا۔ حال ہی میں دیکھا گیا کہ افغان لڑکیوں اور خواتین نے سوشل ویب سائٹس پر 'میرا نام کہاں ہے؟' کے عنوان سے ایک مہم چلائی۔ اس کا مقصد خواتین کی شناخت اور کردار کو مضبوط کرنا تھا۔ یہ مہم سوشل سائٹس پر ایسے انداز میں چلائی جارہی تھی، گویا لوگ سرِعام اور غیر مردوں کے سامنے اپنی خواتین کا نام لینے سے شرماتے ہیں۔ افغان مردوں کے حوالے یہ تاثر دیا جارہا تھا کہ وہ اُنہیں اپنی خواتین کو سرِعام غیر مردوں کے سامنے نام لینے سے شرم و حیا نہیں کرنی چاہیے۔ جو لوگ اس مہم کو چلا رہے تھے، وہ کابل امریکی سفارت خانے کی سرپرستی میں تھے۔ اگرچہ خواتین کا نام لینے کے حوالے سے یہ کوئی خاص اور بہت اچھنبے کی بات نہیں ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے نام سب کو معلوم ہیں۔ مگر ناموں کے اس طرح سرعام نشر کرنے سے معاشرے میں موجود عفت و حیا اور عورت کی حفاظت کی جو دیوار قائم ہے، وہ گرائی جارہی ہے۔ جب کہ درحقیقت یہ مہم 'میرا نام کیا ہے؟' کے بجائے 'بطور مسلم خاتون میری پہچان کیا ہے؟ اور میرا حجاب کہاں ہے؟' مہم کا موضوع و مقصد ہونے چاہئیں تھے۔

افغان خواتین کو سمجھنا چاہیے کہ ایسی مہمات درحقیقت ان کی بے وقعتی کا باعث بن رہی ہیں۔ دنیا بھر کی مسلم خواتین کو جاننا چاہیے کہ اگر وہ کسی حوالے سے ذلت

اور خواری محسوس کر رہی ہیں تو یقیناً اس کی وجہ مغربی افکار و خیالات اور مغربی عورت کی پیروی کرنا ہے۔ جیسی عزت اور حفاظت اسلام نے عورت زاد کو دی ہے، ایسا احسان موجودہ دنیا کے کسی دین و مذہب نے عورت پر نہیں کیا ہے اور نہ وہ کر سکتا ہے۔ مغربی ادارے اور تنظیمیں 'نوجوان تبدیلی کی راہ پر' اور خواتین کی آزادی کے نعروں کے حوالے سے جس معرکے میں مشغول ہیں، وہ حقیقی معنوں میں درست راستہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے وہ اَب تک دنیا بھر کی خواتین سمیت افغان خواتین کچھ بھی مثبت نتیجہ نہیں دے پائے ہیں۔

درحقیقت مغرب عورت کو کامیاب اور محفوظ نہیں بنانا چاہتا، بلکہ وہ عورت کو اُس کی فطری زندگی اور ذمہ داریوں سے ہٹا کر مشرقی معاشرے کو اسی طرح برباد کرنا چاہتا ہے، جسے خود مغرب تباہ ہو چکا ہے۔ مغرب عورت کو گھر سے باہر نکال کر جس کامیابی پر دیکھنا اور جو آسائشیں دینا چاہتا ہے، اسلام صدیوں سے عورت کو گھر کے اندر رکھ مغرب کی سوچ سے بھی بڑھ کر کامیابیاں اور آسائشیں دے رہا ہے۔ اسلام عورت کی فطرت سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حواء کی بیٹی جس قدر آزاد اور پُرسکون گھر کی چاردیواری یا گھر سے باہر حجاب کی اوٹ میں محسوس کرتی ہے، وہ اُسے ان دونوں صورتوں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔

اسلام عورت کو بے حیا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسلام مرد و عورت کا مقابلہ دنیاوی معاملات کے بجائے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کراتا ہے۔ جو جتنے زیادہ نیک اعمال کرے، وہی حقیقی کامیاب ہے۔

جو لوگ اور ادارے خواتین کی آزادی اور مضبوط پوزیشن کے حوالے سے نعرے بازی میں غرق ہیں، اُنہیں فلسطین یہودیوں، عراق میں شیعوں، شام میں شیعہ و روسی افواج اور میانمار میں بدھسٹوں کے ہاتھوں پریشان اور رسوا ہوتی خواتین کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جمہوریت کے دعوے دار مسلم خواتین کی صرف اسلامی شناخت ہی کے خلاف کیوں سرگرم ہیں؟ کیا انہوں نے مذکورہ ممالک کی مسلم خواتین کو امن و سکون فراہم کر دیا ہے؟ کیا اُن کے حقوق مہیا کر دیے گئے ہیں؟

یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ مسلمان خواتین میں بہت خیر پوشیدہ ہے۔ 'کرسٹیان سائنس مانیٹر' نے اپنے طویل تجزیے میں کہا ہے کہ 'افغان خواتین اور لڑکیاں مجاہدین کی حکومت ختم ہو جانے کے باوجود اس پر اصرار کرتی ہیں کہ ہمیں اپنے حجاب ہی میں سکون اور حفاظت ملتی ہے۔ ہم اپنا حجاب نہیں چھوڑنا چاہتیں۔ جب کہ مغربی میڈیا مسلم خواتین میں حجاب سے نفرت اور دوری کی جو خبریں اور رپورٹیں شائع کرتا ہے، وہ سب جھوٹ ہے۔ افغانستان کے مرد و زن اسلامی احکامات سے کنارہ کش نہیں ہونا چاہتے۔ جب کہ مغربی میڈیا کے مطابق افغانستان سمیت مسلم معاشرے میں خواتین کو زبردستی حجاب اوڑھنے پر مجبور ظاہر کرنے والی خبریں بالکل غلط ہیں۔ امورِ خواتین کی ایک مشیر افغان خواتین کے معاملے پر مغرب کی وسیع مداخلت کے حوالے سے کہتی ہیں:

اگر افغانستان میں خواتین کی زندگی مشکلات کا شکار ہے تو یہ اُن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی صورت حال کی بہتری کے لیے کام کریں۔ آپ کی اس حوالے سے کوئی ذمہ داری نہیں بنتی۔ ہم مسلمان ہیں اور ہم ایسی تبدیلی کی خواہش رکھتے ہیں، جو ہماری ثقافت سے متصادم نہ ہو۔

تمام مسلم دنیا کی خواتین بہنوں سے گزارش ہے کہ اسلامی افکار اور اسلامی احکامات کے ذریعے اپنی اسلامی شناخت اور ثقافت پر مضبوطی سے کاربند رہیں۔ کفریہ افکار سے دور رہیں۔ اسلام کے خلاف مغرب کی تباہ کن جنگ میں آپ کو استعمال کیے جانے کی سازشیں بہت زیادہ ہیں۔ ایک مسلمان خاتون کی حیثیت سے اپنے مؤقف اور فرائض کی پہچان کریں۔ اسلام کے دیے ہوئے طریقہ حیات میں ہی ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

2017 دشمن کے جیل خانے اور جرائم

سید سعید

2017 میں جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے فضائی حملوں، چھاپوں اور میزائل حملوں میں ہزاروں نہتے شہری شہید اور زخمی ہوئے ہیں۔ ان کے گھروں، دکانوں اور مقامی مارکیٹوں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ مدارس، اسکولوں اور کلینکس کو نشانہ بنایا گیا۔ علاوہ ازیں ہزاروں افراد کو مجاہدین کے ساتھ ممکنہ تعلق کے شبہ یا رشتہ داری کی بنیاد پر حراست میں لے کر ان پر تشدد کیا گیا۔ خاص طور پر افغانستان سے متعلق ٹرمپ کی نئی حکمت عملی کے اعلان کے بعد فضائی حملوں اور رات کے چھاپوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ پینٹاگون کے اعتراف کے مطابق افغانستان کے مختلف دیہاتوں پر صرف ستمبر میں 715 بم گرائے گئے۔ دسمبر کے 20 دنوں میں بھی 751 بم گرائے گئے۔ ان حملوں میں زیادہ تر نقصان عام شہریوں کو ہوا۔ عوامی افادیت کے مقامات اور عام شہریوں کی املاک تباہ کی گئی ہیں۔

2017 میں جیلوں اور قیدیوں کے حالات

حملہ آور اور کابل انتظامیہ قیدیوں کے ساتھ تمام جنگی قوانین اور انسانی حقوق کے خلاف سلوک کرتے ہیں۔ قیدیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کئی سالوں تک ماورائے عدالت قید رکھا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے انسانی حقوق کی تنظیموں اور اداروں نے بھی قیدیوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں۔ وہ قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک کے بارے میں خاموش ہیں۔ کبھی کبھار اس حوالے سے محتاط ردعمل کا اظہار کیا جاتا ہے، تاکہ کوئی طاقت ناراض نہ ہو جائے۔ مشہور جیل بگرام، پل چرخی اور قندھار ہیں۔ ان جیلوں میں کسی قانون اور انسانیت کے اصولوں کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ قیدیوں پر تشدد، نفسیاتی بدسلوکی، کرپشن، نامناسب غذا، گندا ماحول، ڈاکٹر اور ادویات کی عدم فراہمی مذکورہ جیلوں کے بڑے مسائل ہیں۔ خاص طور پر بگرام جیل کی صورت حال نہایت افسوس ناک ہے۔ قیدیوں کو شریعت اور افغان ثقافت کے خلاف لباس استعمال کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان کے خاندانوں کے ساتھ مہینوں تک ملاقات کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے۔ کم معیار کا کھانا دیا جاتا ہے، جس کے باعث قیدی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بوقت ضرورت ڈاکٹر اور دوا دستیاب نہیں کی جاتی۔ ورزش اور کھیل کی سہولیت نہیں ہے۔ جیل پر مامور سکیورٹی اہل کاروں کی جانب سے قیدیوں کو گالی دینا معمول کی بات ہے۔ عبادت، تلاوت اور آرام کے وقت شور مچانا، مطالعے کے لیے وقت نہ دینا چند سنگین مثالیں ہیں۔

شفاف تحقیقاتی ادارے نے حال ہی میں ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق افغانستان کے جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کا سلسلہ عروج پر پہنچ گیا ہے۔ قیدیوں کے تمام حقوق پامال کیے گئے ہیں۔ اس ادارے نے بطور مثال پل چرخی، میدان وردگ اور صوبہ بغلان کے جیلوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان جیلوں میں قیدیوں کو پانی، خوراک، ادویات اور دیگر ضروری سامان اور اشیاء تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ بہت سے قیدیوں کی مدت پوری ہو چکی ہے، لیکن وہ عدالتی احکامات کے بغیر بدستور قید میں رکھے گئے ہیں۔ ان کی رہائی کے بظاہر امکانات نہیں ہیں۔ دوسرا بڑا مسئلہ قیدیوں کو تاریک اور کم معیار کے کمروں میں رکھا گیا ہے، جہاں کسی بھی وقت آگ لگنے کا امکان ہوتا ہے۔ حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ کے تمام جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ بالخصوص سیاسی قیدیوں کے ساتھ جنیوا کنونشن اور دیگر انسانی حقوق کے معاہدوں کی خلاف ورزی کے واقعات معمول ہیں۔ ایسے قیدی بھی ہیں، جنہوں نے ایک دہائی جیل میں گزاری ہے، لیکن اب تک ان پر کوئی جرم ثابت نہیں ہوا ہے۔ بہت سے قیدیوں کو صرف شک کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا ہے۔ جرم ثابت کیے بغیر جیلوں میں رکھا گیا ہے۔ ایک اور اہم مسئلہ جیلوں میں کرپشن کا ناسور عام ہو چکا ہے۔ جج، استغاثہ اور وکلاء مافیا سرگرم ہے۔ قاتلوں، چوروں اور جرائم پیشہ عناصر کو رشوت کے بدلے رہا کیا جاتا ہے، لیکن غریب اور مظلوم قیدی سال ہا سال سے جیلوں میں بغیر کسی مقدمے کے پڑے ہیں۔

2017 میں مدارس، علماء، اسکولز، اساتذہ پر حملے

12 جنوری کو صوبہ بدخشان کے دارالحکومت فیض آباد کے علاقے خمیسل میں لیویز اہل کاروں نے ایک مدرسے کو آگ لگا دی۔ جس میں قرآن کریم، کتابیں اور

دیگر تدریسی آلات جل کر خاکستر ہو گئے۔ 15 جنوری کو قندوز کے ضلع خان آباد میں پولیس اہل کاروں نے ایک مدرسے پر چھاپہ مار کر تین اساتذہ اور دو طالب علموں کو گرفتار کر لیا۔ 25 فروری کو صوبہ لغمان کے دارالحکومت مہترلام کے قریب بسرام کے علاقے میں مولوی حبیب الرحمن کے مدرسے پر فورسز نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو طالب علم شہید اور سات زخمی ہو گئے۔ 26 فروری کو قندوز کے دارالحکومت کے قریب بزقندھاری کے علاقے میں قابض اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران محلے کے پیش امام کو شہید، جب کہ متعدد افراد کو حراست میں لے لیا۔ 5 مارچ کو صوبہ بلخ کے ضلع البرز کے علاقے سردرہ میں فورسز نے ایک مسجد کو بموں سے اڑا کر شہید کر دیا۔ دس افراد کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد حراست میں لے لیا۔ 6 مئی کو صوبہ بدخشان کے ضلع اشکاشم میں فورسز نے دو اساتذہ کرام 'مولوی امر الدین' اور 'قاری بشیر احمد' ز حراست میں لینے کے بعد شہید کر دیا۔ 9 جون کو صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقے پلہ میں پولیس نے مدرسے کے طالب علم کو بہانہ تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ 15 جولائی کو حملہ آوروں نے قندوز کے دارالحکومت میں پامیر ہوٹل کے قریب ایک کتاب خانہ تباہ کر دیا۔ 11 ستمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے شیر میں لیویز اہل کاروں نے دو طالب علموں کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

15 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع برکی برک میں پولیس نے مولوی کمال الدین کے مدرسے میں چیک پوسٹ قائم کر کے مدرسے کی دیواروں کو مسمار کر دیا۔ 16 ستمبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے اوریا خیل میں لیویز اہل کاروں نے مقامی اسکول ٹیچر ماسٹر جان محمد کو شہید اور ان کے دو بیٹوں کو زخمی کر دیا۔ 15 ستمبر کو صوبہ بغلان کے دارالحکومت میں فورسز نے ایک ثانوی اسکول اور ایک مدرسے کو گزشتہ چار ماہ سے بند کر کے ان میں چیک پوسٹیں قائم کر رکھی ہیں۔ 17 ستمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک کے علاقے بالائی میں پولیس نے ایک عالم دین مولانا عبدالہادی اخوندزادہ کو شہید اور ان کی اہلیہ اور بیٹے کو زخمی کر دیا۔ 27 ستمبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع درہ بوم کے بازار میں اجرتی فورسز کے مارٹر حملے میں مدرسے کے دو طالب علم شہید ہو گئے۔ 22 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کے علاقے تنگی پر امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپہ مارا۔ حمداللہ اور لطف اللہ اخوندزادہ کو شہید اور ان کے اہل خانہ کے متعدد افراد کو حراست میں لے لیا، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ 22 اکتوبر کو صوبہ زابل کے اضلاع شاہ جوئی اور نوبہار کے درمیان لوڑ مرغہ بٹ خیل کے علاقے میں امریکی طیاروں نے بمباری کر کے ایک مسجد اور تین طالب علموں کو شہید، جب کہ پانچ افراد کو حراست میں لے لیا۔

22 اکتوبر کو حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کے علاقے چادر ماندہ میں چھاپے کے دوران روحانی شخصیت قطب اللہ اخوندزادہ سمیت تین شہریوں کو شہید اور ایک خاتون سمیت متعدد افراد کو حراست میں لے لیا۔ 17 نومبر کو صوبہ لوگر کے ضلع چرخ کے علاقے 'ملا عظیم' میں قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپے کے دوران دو مدارس اور گھروں کی تلاشی لی۔ پانچ شہریوں اور طلباء کو حراست میں لے لیا۔ 20 نومبر کو قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے علاقے مرک خیل میں ایک عالم 'مولوی شیر بندل' کو شہید، جب کہ تین شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ 22 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے عمر خیل میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے ایک مدرسے پر چھاپہ مارا۔ عینی شاہدین کے مطابق فورسز نے مدرسے میں آٹھ معصوم طالب علموں کو دیوار کے ساتھ بٹھا کر ان پر گولیاں برسا کر سب کو شہید کر دیا۔ 26 نومبر کو قابض افواج نے صوبہ لغمان کے ضلع قرغیو کے علاقے چارباغ اور امبرؤ میں ایک عالم دین سمیت پانچ افراد کو شہید، جب کہ تین افراد کو گرفتار کر لیا۔ 28 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں قابض اور اجرتی فورسز نے ایک چھاپے کے دوران اسکول کے چار اساتذہ کو حراست میں لے لیا۔

کلینکس اور عوامی تعمیرات پر حملے

یکم اپریل کو فورسز نے صوبہ ہلمند کے دارالحکومت کے قریب باباجی کے علاقے پر چھاپہ مارا۔ ایک گھر اور ایک کلینک بم سے اڑا دیے۔ جب کہ دس افراد شہید ہو گئے۔ صوبائی حکام نے بھی اس واقعے کی تصدیق کی تھی۔ 8 اپریل کو صوبہ لغمان کے دارالحکومت مہترلام کے قریب کمانڈر شریف کی قیادت میں مہترلام اور علی شنگ کے درمیان پل دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر دیا گیا۔ کمانڈر شریف نے یہ دعوی کیا کہ چوں کہ اس پل سے مجاہدین آمد و رفت رکھتے ہیں، اس لیے ان کا راستہ روکنے کے لیے پل تباہ کیا گیا ہے۔ 9 نومبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے مموزو جانک خیل میں قابض امریکی اور اجرتی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران ایک کلینک اور مارکیٹ پر چھاپہ مارا۔ کلینک کے دروازے، کرسیاں، کھڑکی اور دیگر اہم سامان تباہ کر دیا گیا۔ 8 دسمبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی درہ میں پولیس اور لیویز اہل کاروں نے ایک کلینک پر چھاپہ مارا۔ اس میں تمام طبی ساز و سامان، ادویات، کرسیاں، بیڈز، برقی مشینری اور دیگر سامان لوٹ لیا۔ ریڈ کراس کی جانب سے اس علاقے میں علاج کا یہ واحد مرکز تھا۔ 10 دسمبر کو حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے شیخ آباد نوری اور کودی پر چھاپہ مارا۔ گھر گھر کی تلاشی کے دوران دروازوں کو توڑ دیا گیا۔ مقامی آبادی کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ایک کلینک لوٹ لیا گیا۔ طبی آلات اور دیگر قیمتی سامان بھی لوٹ لیا گیا۔

سانحہ بند تیمور اور خاموش میڈیا

معین احمد معین

فروری میں قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے مجاہدین کے خلاف آپریشن کی آڑ میں قندھار کے ضلع میوند کے دوردراز علاقے بند تیمور میں مظلوم شہریوں پر حملہ کیا۔اس ظالمانہ حملے میں ہیلی کاپٹروں اور فورسز نے زمینی کاروائی میں حصہ لیا۔ درجنوں افراد کو شہید، جب کہ 31 افراد کو زخمی کر دیا۔ بڑی تعداد میں نہتے شہریوں کو حراست میں لیا گیا۔ علاوہ ازیں مقامی لوگوں کی گاڑیوں، موٹر سائیکلوں اور دکانوں کو جلا دیا گیا۔ جب کہ گھر گھر تلاشی کے دوران نقد رقم اور دیگر قیمتی سامان بھی لوٹ لیا۔

بند تیمور کا علاقہ کافی عرصہ سے مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ دشمن نے علاقہ مکینوں کو مجاہدین کے ساتھ تعاون کے جرم کی سزا دینے کے لیے رات کی تاریکی میں چھاپہ مارا۔ عوام کوانہیں بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا۔دشمن کی اس کارروائی میں درجنوں افراد شہید، زخمی اور گرفتار ہوئے ہیں۔ جب کہ میڈیا نے اس ظلم اور وحشت پر خاموشی اختیار کررکھی ہے۔میڈیا کی خاموشی کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ مجموعی طور پر میڈیا امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے کام کررہاہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ جس معاملے میں امریکا کے مفادات کا تحفظ نہ ہو، اس کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی جائے۔ زرخرید میڈیا کا یہ معمول صرف قندھار کے بندتیمور واقعے کے بارے میں نہیں ہے۔یہ سلسلہ 17 برس سے جاری ہے۔ گزشتہ سالوں کے دوران سیکڑوں واقعات میں مظلوم شہری امریکی ظلم کا نشانہ بنے ہیں۔ ان تمام واقعات کو میڈیا نے کوئی کوریج نہیں دی ہے۔ ایسے واقعات کے لیے میڈیا کی پالیسی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ کوریج صرف ان واقعات کو ملتی ہے، جوامریکا کے مفادات میں ہوں یا امارت اسلامیہ کو بدنام کرنے کا کوئی چانس ہو۔ایسے موقعوں پر پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کیا جاتا ہے۔ جب کبھی کبھار کوئی واقعہ اتنا عام ہو جائے کہ اسے چھپانے کا کوئی امکان باقی نہ ہو تو اس کو معمولی کوریج دے دی جاتی ہے۔جب کہ اس میں انداز بھی ایساہوتا ہے کہ اس خبر کی اہمیت ہی ختم ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بند تیمور کا علاقہ قندھار میں واقع ہے، جہاں مجموعی طور پر میڈیا پر جنرل عبدالرازق کا راج ہے۔ وہ کبھی بھی ایسی خبروں کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا۔بند تیمور قندھار کا دور دراز علاقہ ہے۔ میڈیا جنرل عبدالرازق کے خوف سے دوردراز علاقوں کی خبر شائع کرنے سے گریز کرتا ہے۔ شہر کے اندر مظلوم شہریوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، میڈیااس پر خاموش ہے۔

گزشتہ ہفتے سوشل میڈیا پر ایک خوف ناک تصویر شائع ہوئی، جسے دیکھ کر سنگ دل انسان بھی لرز اٹھتا ہے۔ ایک نوجوان کی مسخ شدہ لاش ملی ہے۔ اس کی آنکھیں نکال دی گئی ہیں۔ ناک اور ہونٹ کاٹ دیے گئے ہیں۔ دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔اس کے چہرے کی کھال اُدھیڑدی گئی ہے۔ اور وہ ذبح کیا گیاہے۔ عینی شاہدین کے مطابق یہ نوجوان قندھار کے علاقے دوراھی میں دکان دار تھا۔ اسے جنرل عبدالرازق کے مسلح افراد نے اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بنایا اور بے دردی سے قتل کر کے لاش ویرانے میں پھینک دی تھی۔ اس مظلوم شہید کی شہادت کا واقعہ فیس بک پر ایک فعال اور متحرک نوجوان خالد ہادی نے نشرکیا۔تاہم قندھار کے میڈیا نے اس الم ناک واقعے پر لب سی لیے تھے۔بندتیمور کا واقعہ قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کی جانب سے رونما ہوا ہے۔ یہ ایک وحشیانہ عمل ہے۔ میڈیا نے اس پر خاموشی اختیار کی، تاکہ قندھار کے عوام اور پوری افغان قوم کو امریکا اور کٹھ پتلی حکومت کے ظلم سے بے خبر رکھے۔جب کہ سوشل میڈیا نے زرخرید میڈیا کا یہ شرم ناک کردار بے نقاب کر دیا۔ عوام بخوبی جانتے ہیں کہ میڈیا پر کس کا کنٹرول ہے؟ نام کی حد تک تو آزاد ہے، لیکن حقیقت میں وہ غلاموں سے بھی بدتر ہے۔

گزشتہ سال کا امریکا

خلیل عزم

ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال 2017 میں امریکا کی مختلف ریاستوں میں 33 ہزار امریکی شہریوں کو قاتلانہ حملوں میں ہلاک کیا گیا ہے۔ یہ تمام حملے امریکا کے ان جرائم پیشہ عناصر نے کیے، جنھیں امریکی حکومت کی جانب سے اسلحہ لائسنس بھی فراہم کیا گیا ہے۔ اس نوع کے حملوں کی شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2017 امریکی عوام کے لیے ہلاکت خیز ثابت ہوا ہے۔ گزشتہ سالوں کی نسبت اس سال اوسطاً ہر منٹ میں 90 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ شین ہوا چینل کے مطابق فائرنگ کے کئی واقعات میں امریکا کی مختلف ریاستوں میں 2017 میں 15 ہزار 488 افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ اسی رپورٹ کے مطابق یہ تمام اعداد و شمار امریکی ادارہ برائے انسداد اسلحہ نے شائع کیے ہیں۔ جس میں ظاہر ہے ٹھیک تعداد نہیں ہے۔ البتہ اگر ان تمام اعداد و شمار کو اکٹھا کیا جائے تو ہلاکتوں کی تعداد 62 ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ ان واقعات میں لاس ویگاس کا وہ واقعہ بھی شامل ہے، جس میں 100 افراد ہلاک اور 500 سے زائد زخمی ہوئے تھے۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان ہلاکتوں میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں، جو مختلف وجوہات کی بنا پر خودکشی کر چکے ہیں۔ خودکشی کرنے والوں کی تعداد امریکی حکومت ٹھیک طرح نہ بتا رہی ہے اور نہ ہی اسے میڈیا پر نشر کیا گیا ہے۔ دوسری طرف ایرونا چینل نے سی این این کی رپورٹ کے حوالے سے یہ خبر شائع کی ہے کہ امریکی ہارورڈ یونیورسٹی کے شعبہ طب کے مایہ ناز استاذ نورث ایسٹرن کے مطابق امریکا میں 2011 اور 2014 کی نسبت قتل کے واقعات میں سہ گنا اضافہ ہوا ہے۔ اسی تحقیق کے مطابق امریکا میں ہر 64 دنوں میں کوئی ایک ایسا واقعہ ضرور پیش آتا ہے، جس میں ہلاکتوں کی تعداد درجنوں تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکا میں ایک معمولی واقعے کے نتیجے میں بھی نوبت ہلاکتوں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے 2017 میں کوئی ایسا دن نہیں گزرا، جس میں کم و بیش 90 ہلاکتیں نہ ہوئی ہوں۔ نیوز ویک کی رپورٹ کے مطابق 2017 میں امریکا میں تعصب کے واقعات اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ سیاہ فام امریکیوں کو پولیس کی جانب سے نفرت اور ہلاکتوں کا سامنا ہے۔ امریکا میں سیاہ فام 13 فی صد ہیں۔ پنکنٹ نامی ایک برطانوی ادارے کے مطابق نسلی تعصب کی امریکی تاریخ بہت طویل ہے۔ امریکی حکومت ہزار بار ملک میں نسلی تعصب کے کم ہونے کے دعوے کرے، لیکن یہ سراسر جھوٹ اور دروغ گوئی ہے۔ مذکورہ تنظیم کا یہ بھی کہنا ہے کہ امریکی سیاہ فاموں کے ساتھ ہونے والا تعصبانہ رویہ پولیس کی جانب سے روا رکھا جا رہا ہے۔ ادارے کا یہ بھی ماننا ہے کہ جب امریکا میں ہر سال ہونے والے قتلِ عام سے متعلق رپورٹس شائع ہوتی ہیں تو یہ ماننا مشکل ہو جاتا ہے کہ امریکا انسانی حقوق کے لیے سرگرم اور انسانی حقوق کا علم بردار ہے۔

امریکا اپنے نقصانات چھپاتا ہے

محمد ولید

2001 سے لے کر آج تک یہ پہلی مرتبہ ہو رہا ہے کہ امریکی وزارت دفاع عراق اور افغانستان میں اپنے ہی فوجیوں کی ہلاکتوں کی تصدیق کر کے خبریں شائع کر رہی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 2ہزار 263 فوجی مارے گئے ہیں۔ جب کہ 20ہزار 289 زخمی ہوئے ہیں۔اسی طرح عراق میں 4ہزار 533 فوجی ہلاک ہوئے، جب کہ 32ہزار 310 زخمی ہوئے ہیں۔ عراق کی نسبت افغانستان میں سب سے زیادہ ہلاکتوں کا سامنا کرنے والے امریکی اعداد و شمار ٹھیک ہی ہیں۔بش اور اوباما کے بعد آج ٹرمپ بھی اپنی شکست کا اعتراف کر رہے ہیں۔امریکی حکام کی جانب سے عراق، بالخصوص افغانستان کی جنگ کو امریکی تاریخ کی سب سے طویل ترین اور بے مقصد جنگ کے طور پر تسلیم کرنا وہ سچ ہے، جسے آج تک امریکی سماج سے چھپایا گیا۔افغانستان میں اپنی افواج کی ہلاکتوں کی ٹھیک تعداد آج تک بیان کی گئی ہے اور نہ ہی آئندہ صحیح اعداد و شمار سامنے آنے کی توقع ہے۔

امریکا پوری دنیا پر چودھراہٹ قائم کرنا چاہتا ہے۔جب کہ افغانستان میں اس کا غرور خاک میں مل گیا ہے۔ اُسے بھاری جانی و مالی نقصانات کا سامنا ہے۔ صرف گروپوں کی جنگ میں سیکڑوں کی تعداد میں امریکی ہلاک ہوئے ہیں۔ امریکا صرف ایک یا دو اہل کاروں کی ہلاکت کی خبر شائع کر کے عوام کو تسلی دینے کی کوشش کرتا ہے۔اگر صرف صوبہ وردگ کے ضلع تنگی کے واقعے کو دیکھا جائے، جب مجاہدین نے ایک طیارہ مار گرایا۔ اس میں تیس سے زائد امریکی اہل کار ہلاک ہوئے تھے۔اسی طرح کابل، ہلمند اور قندھار جیسے صوبوں میں امریکی فوج کے ساتھ جو لڑائیاں ہوئیں، ان میں امریکیوں کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد لکھی جائے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ امریکی وزارت دفاع کے اعداد و شمار کے برعکس نتائج نکلیں گے۔ گوریلا جنگ اور ریموٹ کنٹرول بم دھماکوں میں امریکی فوج کی ہلاکتیں اس کے علاوہ ہیں۔

یہ عین حقیقت ہے کہ امریکا ان امریکی فوجیوں کے ہلاکتوں کی بہت ہی کم تعداد لکھتا ہے، جو امریکی شہریت کے حامل ہوں۔ اس کے برعکس وہ فوجی، جن کا کوئی نسب نامہ معلوم ہو اور نہ ہی یہ معلوم ہو کہ وہ کس ملک کے ہیں، جنہیں صرف جنگ ہی کے لیے تیار کیا گیا ہو، ان کی تعداد بالکل میڈیا پر شائع نہیں کی جاتی۔ کیوں کہ ان کا نہ کوئی نسب نامہ معلوم ہے اور نہ ہی گھر بار کا علم ہے کہ اُنہیں اپنے گھر والوں کے حوالے کیا جا سکے۔ امریکا اپنے ہلاک شدہ فوجیوں کی صحیح تعداد میڈیا پر نہیں آنے دیتا، تاکہ فوج کا مورال بلند رہے۔امریکی عوام کے شدید ردعمل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ امریکی عوام افغان جنگ کے مخالف ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ان کے بچے سترہ سالہ اس بے نتیجہ جنگ کی بھٹی میں جھونک دیے جائیں۔ کئی مرتبہ اس مسئلے پر رائے شماری کرائی گئی، جس میں واضح اکثریت نے افغان جنگ کی مخالفت کی ہے۔ ہلاک شدہ فوجیوں کی صحیح تعداد ان ویڈیو کلپس میں دیکھی جا سکتی ہے، جن میں ہلاک فوجیوں کی لاشیں اہل خانہ کے ہاتھوں وصول ہوتی دکھائی گئی ہیں۔ بالخصوص جو فوجی افغان جنگ میں مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔ جن کے ماں باپ کی اپنے بیٹوں سے پچھلے سترہ سالوں سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ جب کہ اُنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارا بیٹا کس حال میں ہے؟

ہندومت کا مقدر شکست ہے

جاوید بہیر ننگیال

بھارتی میڈیا کے مطابق بابری مسجد شہید کرنے والے بنیاد پرست ہندو نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ 25 سال قبل 6 دسمبر 1992ء کو تاریخی بابری مسجد کی شہادت میں ملوث ہندو نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے اس فعل کے کفارہ کے طور پر 100 مساجد تعمیر کرنے کا عزم کیا ہے۔ وہ اب تک 90 مساجد تعمیر کرا چکے ہیں۔

اس شخص کا نام بلبیر سنگھ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام محمد عامر رکھ دیا گیا۔ انہوں نے میڈیا کو بتایا کہ میں خود بابری مسجد شہید کرنے کے گناہ میں شریک تھا۔ سب سے پہلے میں نے اس پر حملہ کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ بابری مسجد پر ہتھوڑا چلانے کے ساتھ ہی ان کی بے چینی بڑھ گئی۔ اس دوران طبیعت مزید بگڑی اور دوستوں نے مسجد کی شہادت کے بعد پانی پت منتقل کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ بابری مسجد کی شہادت کے بعد میرا ہر طرف استقبال کیا جاتا تھا، لیکن میرے دل کو کسی طرح چین نہیں تھا۔ میں نے دماغی حالت بگڑنے کے ڈر سے ڈاکٹر سے رجوع کیا تو اس نے مجھ پر واضح کیا کہ میری یہ بے چینی موت کا باعث بن سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بابری مسجد کی شہادت میں شامل ان کا ایک ساتھی پاگل ہو گیا تھا۔ محمد عامر نے بتایا کہ جب تمام امیدیں دم توڑ گئیں تو چھ ماہ بعد میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کر کے اپنی ماں اور اہلیہ سمیت اسلام قبول کر لیا۔ اب میں اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لیے سو مساجد تعمیر کرنے کا عزم کر چکا ہوں۔ نوے مساجد تعمیر کر دی گئی ہیں۔ بہت جلد دیگر مساجد بھی تعمیر کروں گا۔ ان اشاء اللہ

ان کا کہنا تھا جب میں نے بابری مسجد پر دیگر انتہا پسند ہندوؤں کے ساتھ حملہ کیا تو مجھے ضمیر نے ملامت کیا، جس سے دل میں مایوسی اور بے چینی پیدا ہوئی۔ اس لیے مجبور ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ میں نے اپنے اہل خانہ سمیت اسلام قبول کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب میرے ساتھیوں کو پتا چلا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو 27 ہندوؤں نے میرا ساتھ دیتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔

بابری مسجد مشہور مغل بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کے نام سے منسوب ہے۔ بھارتی ریاست اتر پردیش کی بڑی مساجد میں سے ایک تھی۔ اسے 1483 سے 1531 تک ظہیر الدین محمد بابر کے حکم پر اتر پردیش کے علاقے ایودھیا میں مغل سالار میر باقی نے تعمیر کروایا تھا۔ بابری مسجد مغل دور کے فن تعمیرات کا شاہکار تھی۔ اس کے درمیان گنبد اور دو بڑے مینار تھے۔ اس تاریخی مسجد کو 6 دسمبر 1992 میں انتہا پسند ہندوؤں نے شہید کر کے اس کی جگہ مندر تعمیر کرنے کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ بی جے پی پارٹی کا دعوی ہے کہ یہ ہندوؤں کے رہنما 'رام' کی جائے پیدائش ہے۔ 1859 میں انگریزوں نے اس جگہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ اندر کا حصہ مسلمانوں کا اور باہر کا ہندوؤں کو دے دیا تھا۔ 6 دسمبر 1992 کو دو لاکھ انتہا پسند ہندوؤں نے موجودہ حکمران جماعت بی جے پی کے ایما پر تاریخی مسجد کو شہید کیا۔ اس حملے کو 'آپریشن جنم بھومی' کا نام دیا گیا۔ بابری مسجد کو شہید کرتے وقت بڑی تعداد میں سکیورٹی اہل کار تعینات تھے۔ بی جے پی کی اعلیٰ قیادت ایل کے ایڈوانی سمیت دیگر نے اس آپریشن کی قیادت کی۔ انتہا پسند ہندوؤں نے بابری مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ مندر تعمیر کیا، جس کے خلاف مسلمان بھی بھڑک اٹھے۔ فسادات پھوٹ پڑے۔ دو ہزار سے زائد مسلمان شہید کر دیئے گئے۔

مسلمانوں نے بابری مسجد کو شہید کرنے کے خلاف عدالت سے رجوع کیا۔ سپریم کورٹ میں اس تنازع کا کیس مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان چل رہا ہے۔ بظاہر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ہندو جیت گئے۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد مسلمان مغلوب ہو گئے۔ البتہ یہ دین فطرت غالب رہنے کے لیے آیا ہے۔ جس انتہا پسند ہندو نے سب سے پہلے بابری مسجد پر حملہ کیا تھا، اس نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ اب اسلام کا دفاع کر رہا ہے۔ مساجد تعمیر کرنے کی خدمت میں مصروف ہے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔ یہ اسلام کا معجزہ ہے۔ اسلام کی کامیابی ہے۔ بابری مسجد کی جنگ میں مسلمان ہار گئے، لیکن اسلام جیت گیا۔ ہندوازم شکست کھا گیا۔

ٹرمپ کی حکمت عملی ناکام ہو گئی!

حبیب مجاہد

امریکی صدر ٹرمپ سیاست کی دنیامیں نو وارد ہیں۔ان کے دماغ میں شراب خانوں اور نائٹ کلب کا نشہ ابھی تک باقی ہے۔ دنیا کے تمام معاملات کو امریکی مفادات کے تابع بنا کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ ٹرمپ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے تمام معاملات ان کی منشا کے مطابق حل کیے جائیں۔ وہ اقتدار اور طاقت کے نشے میں دھت ہیں۔اس لیے بڑے بڑے دعوے کرتے اور جنگ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ اس سلسلے میں ٹرمپ نے کچھ عرصہ پہلے افغانستان کے لیے پالیسی کا اعلان کیا۔اس کے بعد زر خرید میڈیا نے پروپیگنڈا شروع کیا کہ نئی پالیسی کے بعد امریکا افغانستان میں قیامت برپا کر کے مجاہدین کو ختم کر دے گا۔ امریکی تاریخ کی طویل جنگ ختم ہو جائے گی۔امریکی پالیسی کے بعد دانش وروں اور تجزیہ کاروں نے بھی میڈیا پر خوب تبصرے کیے۔ٹرمپ نے اپنی طاقت پر اطمینان کا اظہار کیا۔ وہ چند ماہ سے دعوے کر رہے تھے کہ بگرام ایئر بیس میں بلیک ہاک ہیلی کاپٹروں کے علاوہ ایف ایم 18 طیاروں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا جائے گا۔ سی آئی اے کے نئے اہل کار بھی آ رہے ہیں۔ B 52 طیاروں کو مجاہدین کے خلاف جنگ میں استعمال کیا جائے گا۔

مجاہدین نے ٹرمپ کی جنگی حکمت عملی اور پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کے بجائے بلند حوصلے اور مضبوط ایمان کے ساتھ اپنی بہترین جنگی حکمت عملی اپنائی۔اپنے زیر کنٹرول علاقوں کا دفاع کیا۔ مجاہدین کو یقین تھا کہ امریکا جتنا بھی طاقت ور ہو، وہ ہماری طرح کے انسان ہیں۔ اگر انسان آگ بھی بن جائے تو اس کے ہاتھ میں کسی کو فنا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا میں تمام طاقتوں سے زیادہ طاقت ور ذات موجود ہے۔ جس کے سامنے دنیاوی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان حالات میں جب پوری دنیا ٹرمپ کی پالیسی کے بعد لرز اٹھی۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اللہ تعالی کی مدد اور عوام کی حمایت سے نئی امریکی پالیسی کے بعد بھرپور مقابلہ کیا۔ٹرمپ کی پالیسی کے اعلان کے فوری طور بعد رد عمل ظاہر کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں ٹرمپ سے کہا کہ اگر مذاکرات کے ذریعے معاملہ چاہتے ہیں تو ہم تیار ہیں۔ اگر طاقت سے فتح حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں تو پھر ناکام رہیں گے۔

مارجہ کی جنگ:

ٹرمپ کی نئی جنگی حکمت عملی کے اعلان کے بعد اس پالیسی پر عمل درآمد کرتے ہوئے ہلمند سے آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ چند ماہ سے امریکی فوجیوں، میرین فورسز اور انٹیلی جنس حکام کو ہلمند منتقل کیا جا رہا تھا۔ ہلمند کے ضلع مارجہ میں باقاعدہ فوجی آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ دشمن نے بہت سے فوجیوں، خصوصی فورسز، ہیلی کاپٹروں اور ڈرون طیاروں کو ہلمند منتقل کیا۔ ہلمند میں فوجی آپریشن ضلع مارجہ سے شروع کرنے کا اعلان کیا۔ دشمن نے بڑے غرور کے ساتھ ضلع مارجہ پر دھاوا بول کر بھرپور قوت کے ساتھ آپریشن کا آغاز کیا۔ جب قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز سیکڑوں ٹینکوں، فوجی گاڑیوں اور بڑے ہتھیاروں کے ساتھ ضلع مارجہ میں داخل ہوئیں تو مجاہدین نے ان پر قیامت ڈھا دی۔ خوف ناک حملوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ تب انہیں پتا چلا کہ اسٹیج پر بڑے دعوے کرنا آسان ہے، لیکن جنگ کے میدان میں مردانہ وار مقابلہ کرنا نہایت مشکل کام ہے۔

امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے گیارہ دن مسلسل مارجہ میں آپریشن کیا۔ انہیں جنگی طیاروں، ہیلی کاپٹروں اور ڈرون طیاروں کی مکمل مدد حاصل تھی۔ اس کے باوجود ٹرمپ کی پالیسی کی پہلی قسط کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکی۔ مجبوراً گیارہ دن بعد مارجہ سے فرار ہو گئے۔ جب کہ گیارہ دن کی جھڑپوں میں ان کے کئی ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ درجنوں اہل کار مارے گئے۔

صوبہ غزنی میں صحرائی طوفان آپریشن کی ناکامی

مارجہ کی طرح دشمن نے صوبہ غزنی میں صحرائی طوفان آپریشن کے نام سے فوجی کارروائیوں کا اعلان کیا۔ 20 دسمبر کو غزنی کے حکام نے اعلان کیا کہ موسم سرما کی آمد کے ساتھ صوبے میں بڑے پیمانے پر فوجی آپریشن کیا جائے گا۔ آپریشن کی کمان کٹھ پتلی فوج کے سربراہ جنرل شریف نے خود سنبھالی۔ سب سے پہلے ضلع قرہ باغ میں آپریشن کا آغاز ہوا۔ تقریباً 150 ٹینکوں اور ہزاروں فوجیوں کے ساتھ کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس میں فضائیہ کی بھی مدد حاصل تھی۔ مجاہدین نے قرہ باغ کے علاقے نوروز خیل میں مقابلہ شروع کیا۔ پہلے دن مجاہدین نے دشمن کے تین ٹینک تباہ کر دیے، جن میں 12 اہل کاروں کی لاشیں میدان جنگ میں رہ گئیں۔ جب کہ ہزاروں فوجی میدان جنگ چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔

اگلے روز پھر کارروائی شروع ہوئی۔ دس دن تک فریقین کے درمیان جھڑپیں جاری رہیں۔ دس دن گزرنے کے باوجود دشمن کوئی پیش رفت نہیں کر سکا۔ ان جھڑپوں میں دشمن کے درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ قرہ باغ میں ناکامی کے بعد دشمن نے عوام سے بدلہ لیا۔ قبرغی گاؤں کے رہائشیوں کے گھروں کے دروازے بموں سے اڑا دیے۔ نہتے شہریوں پر تشدد کیا گیا۔ قرہ باغ میں ناکامی کے بعد دشمن نے غزنی کے مغرب کی طرف واقع نوغی کے علاقے پر حملہ کیا۔ یہاں بھی مجاہدین نے شدید مزاحمت کی۔ صبح سے شام تک جھڑپیں جاری تھیں۔ جن میں دو مجاہدین زخمی اور دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ صحرائی طوفان آپریشن کی کامیابی کے لیے کابل سے مزید تازہ دستے پہنچ گئے۔ 200 ٹینکوں اور کئی ہیلی کاپٹروں کی مدد سے ضلع اندڑ میں آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ مجاہدین نے علم وال، گور اور بدوان کے علاقے میں سرکاری فورسز پر حملے کر کے اسے گھیرے میں لے لیا۔ شام تک دونوں کے درمیان جھڑپیں جاری تھیں۔ دشمن کے متعدد ٹینک تباہ ہو گئے۔

حکومت کے ہیلی کاپٹروں نے ضلع اندڑ میں شدید بمباری کی۔ جس کے نتیجے میں قلعہ جمال اور بدوان کے گاؤں میں متعدد افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ چند دن بعد قرہ باغ کی طرح دشمن یہاں پر بھی ناکامی سے دوچار ہوا اور فرار ہو گیا۔ ضلع اندڑ کے بعد سرکاری فورسز نے ضلع دہ یک پر اپنی طاقت کا تجربہ کیا۔ وہ یہاں بھی پیش قدمی نہ کر سکا۔ مجاہدین نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ 7 جنوری کو حکام نے 'صحرائی طوفان' آپریشن کے خاتمے کا اعلان کیا اور غزنی سے واپس کابل کی طرف فرار ہو گیا۔ ضلع مارجہ اور غزنی کے تین اضلاع میں دشمن کے آپریشن کی ناکامی نے ثابت کر دیا کہ ٹرمپ کی نئی حکمت عملی مکمل طور پر ناکام رہی اور عملی میدان میں ہر لحاظ سے غیر مؤثر ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیں امید ہے کہ بش اور اوباما کی طرح ٹرمپ بھی اپنی پالیسی میں ناکام رہے گا۔ اللہ کی مدد اور عوام کی حمایت سے مجاہدین اپنے مقدس مشن میں سرخرو رہیں گے۔ افغانستان ایک بار پھر استعماری قوتوں سے آزاد ہو گا۔ یہاں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ ہو گا۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

افغانستان میں ہلاک امریکی فوجی!

احمد مختار

7 اکتوبر 2001 سے 6 جنوری 2018 تک افغان جنگ میں 22 ہزار 5 سو باون امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے ہیں۔ 8 جنوری کو امریکی وزارت دفاع "پینٹاگون" نے ایک سرکاری اعلامیہ جاری کیا، جس میں مذکورہ اعداد و شمار کی تفصیل شامل تھی۔ پینٹاگون کی طرف سے شائع کردہ اعداد و شمار کے مطابق افغانستان میں گزشتہ 17 سالوں میں 2 ہزار 263 امریکی فوجی ہلاک اور 20 ہزار 289 زخمی ہوئے ہیں۔ اسی طرح امریکی محکمہ دفاع نے عراق میں اپنے فوجیوں کی ہلاکتوں کے اعداد و شمار شائع کیے، جن کے مطابق عراق میں 4 ہزار 533 امریکی فوجی ہلاک اور 32 ہزار 310 زخمی ہوئے ہیں۔

امریکی محکمہ دفاع نے افغانستان میں ہلاک اور زخمی ہونے والے فوجیوں کے اعداد و شمار ایسے وقت میں جاری کیے ہیں کہ مزید ہزاروں امریکی فوجی مجاہدین کے ساتھ جنگ میں مصروف ہیں۔ پینٹاگون کی طرف سے شائع ہونے والے اعداد و شمار کا سرکاری سطح پر امریکا نے اعتراف کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں ہلاک ہونے والے امریکی فوجیوں کی مذکورہ اعداد و شمار سے کئی گنا زیادہ ہے۔ تاہم امریکی حکام کبھی بھی نہیں چاہتے کہ وہ افغانستان میں ہلاک ہونے والوں کی حقیقی تعداد سے قوم کو آگاہ کریں۔ افغانستان میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں کی تعداد اس لیے زیادہ ہے، اگر اندازہ لگایا جائے کہ افغانستان میں دو دن میں ایک امریکی فوجی ہلاک ہوا ہے تو اس حساب سے ایک سال میں 180 فوجی ہلاک ہو گئے ہیں۔ اگر ایک سال کی تعداد کو 17 سے ضرب کیا جائے تو مجموعی طور پر اس کی تعداد 3060 تک پہنچ جائے گی۔

تاہم پینٹاگون نے افغانستان میں گزشتہ 17 سالوں میں صرف ہلاکتوں کا اعلان کیا ہے۔ ان فوجیوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا، جو ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ اسی طرح امریکا نے 17 سالہ جنگ میں مالی اخراجات اور مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہونے والے طیاروں، ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں کی تفصیلات بھی میڈیا کو فراہم نہیں کی ہیں۔ افغانستان میں امریکا کی جانب سے مسلط کردہ جنگ جاری ہے۔ امریکا کی جانب سے افغانستان میں مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے ہزاروں فوجیوں کے اعداد و شمار شائع کرنا حقیقت میں اس بات کا اعتراف ہے کہ افغان قوم کی مزاحمت کے نتیجے میں امریکا کو شکست کا سامنا ہے۔ یہ اعتراف اس خدائی ارشاد کا مصداق ہے، جو قرآن پاک میں اسلام کے دشمنوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ (الانفال:36)

بے شک جو لوگ کافر ہیں، وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں، تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں، سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے، پھر وہ ان کے لیے حسرت ہوگا۔ پھر مغلوب کیے جائیں گے اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے۔

امریکا افغانستان میں بدامنی چاہتا ہے

جمیل مجاہد

21 دسمبر 2017 کو امریکا کے نائب صدر مائیک پنس نے افغانستان کا خفیہ دورہ کیا۔ حتی کہ کابل انتظامیہ کے سربراہان سے بگرام ہوائی اڈے میں ہی ملاقاتی کی۔ مائیک پنس نے اپنی گفتگو میں ٹرمپ کی جنگی اسٹریٹیجی کا دفاع کرتے ہوئے افغانستان میں فضائی بمباری میں اضافے کو ان کی اسٹریٹیجی کا بہتر اور مؤثر اقدام قرار دیا۔ جب کہ سیگار سمیت بہت سے تحقیقاتی اداروں کا یقین ہے کہ ٹرمپ کی اسٹریٹیجی نے فضائی بمباری میں عوام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس بمباری میں عوام ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان بمباریوں کا براہ راست مجاہدین کوئی اثر نہیں پڑ رہا۔ سیگار نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی کہا کہ 2017 میں کابل انتظامیہ افغانستان کے 40 فیصد حصے پر قابض رہی، جب کہ بقیہ حصے پر امارت اسلامیہ کا اثر ورسوخ تھا۔

امریکی نائب صدر کا دورہ افغانستان، پاکستان مخالف بیانات اور ساتھ ہی ہندوستان کی تعریف نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ امریکا افغانستان اور خطے کے متعلق خطرناک اور قابل تشویش عزائم رکھتا ہے۔ افغانستان کے حوالے سے ٹرمپ کی اسٹریٹیجی اُسی پالیسی اور پلان کی عکاس ہے، جسے وہ ایشیا میں نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ خطے کے اقتصادی اور اسٹریٹیجک وسائل اپنے اختیار میں لے لے۔ خصوصا چین اور روس کو اس بات کی اجازت نہ دے کہ وہ ایشیا پر کنٹرول حاصل کر سکیں۔ اس لیے امریکا اس بات کی کوشش میں ہے کہ اس رقابت اور زور آزمائی کے لیے افغانستان کو مقابلے کا میدان بنائے رکھے۔ افغانستان میں ٹرمپ کے نائب کی گرم گفتگو اور افغانستان کے اسٹیج سے پاکستان اور خطے کے دیگر ممالک کو دھمکیوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ امریکا افغانستان میں بیٹھ کر خطرناک عزائم رکھتا ہے۔

امریکا خطے کو بے چین کرنے کے لیے داعش کا پروجیکٹ افغانستان میں مضبوط اور وسیع کر رہا ہے۔ یہیں سے چین، روس، ایران اور پاکستان کو داعش کے نام پر تشدد، ہنگاموں اور جنگوں کے شعلوں میں دھکیلنا چاہتا ہے۔ جنگی امور کے ماہرین کو یقین ہے کہ امریکا کبھی بھی افغانستان کے امن وسکون کی خاطر اپنے بڑے اور اہم مفادات (چین، روس، پاکستان اور ایران کو لگام ڈالنے) کی قربانی نہیں دے گا۔ اگر امریکا واقعی چاہتا ہے کہ افغانستان میں امن اور استحکام آئے اور ایسی حکومت قائم ہو، جو کرپشن اور دیگر مصائب کا خاتمہ کرے تو یہ کام گزشتہ 17 سالوں میں ہو سکتا تھا۔ مگر چوں کہ افغانستان کی حالت اس طویل عرصے میں دن بدن تباہی اور خراب ہی ہوتی رہی ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکا امن چاہتا ہی نہیں ہے۔ اور نہ وہ افغانستان میں امن اور استحکام قائم کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔

امریکا نے اپنے افغان دشمن عزائم کے مطابق نہ صرف داعش کا فتنہ افغانستان میں داخل کیا، بلکہ اپنے غلاموں کے ذریعے مختلف قبائل اور اقوام کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا۔ تاکہ افغان عوام کی قومی وحدت کا شیرازہ بکھر جائے۔ ہر قوم اور قبیلے کو یہ محسوس ہونے لگے کہ ان کی نجات امریکا کا ساتھ دینے میں ہے۔ نتیجۃً وہ امریکی جارحیت پر خاموش رہیں۔

جنگی جرائم (دسمبر)

سید سعید

4 دسمبر 2017 کو امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ کارروائی کرتے ہوئے صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے گاؤں 'برگ' پر چھاپے کے دوران آٹھ شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ اسی دن ضلع شاولیکوٹ کے علاقے خیر توت میں قابض اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپے کے دوران شہریوں پر تشدد کیا، محلے کے پیش امام سمیت تین افراد کو شہید اور 12 شہریوں کو گرفتار کیا گیا۔

6 دسمبر کو ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے دوآب اور غوزیزہ میں قابض فوج کے فضائی حملوں میں 23 شہری شہید اور دو زخمی ہوگئے۔ جب کہ حملہ آوروں اور اجرتی فورسز نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے عمر خیل میں ڈاکٹر عبدالوکیل کا اسکول مسمار کر کے قیمتی سامان لوٹ لیا۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر عزت اللہ اور تعلیم کے منیجر محمد حلیم نے بتایا کہ فورسز نے اہم دستاویزات، پروجیکٹر اور قیمتی سامان کے علاوہ پانچ عدد کمپیوٹر بھی لوٹ لیے ہیں۔ اسی طرح صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی درہ میں امریکی اور افغان فورسز نے مقامی آبادی پر چھاپہ مارا۔ گھروں کی تلاشی کے دوران چار شہریوں کو شہید اور چار افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

8 دسمبر کو میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے تنگی درہ میں پولیس نے ایک کلینک پر حملہ کر کے قیمتی سامان لوٹ لیا۔ کلینک کے ڈاکٹر کے مطابق پولیس اہل کار تمام طبی سازوسامان، ادویات، کمبل، برقی مشینری اور دیگر قیمتی سامان بھی ساتھ لے گئے۔ مذکورہ کلینک ریڈ کراس کے تعاون سے قائم کیا گیا تھا، جو علاقہ مکینوں کے علاج کا واحد مرکز تھا۔ اسی دن قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے قرغان تپہ میں امریکی طیاروں کی بمباری میں شہریوں کے متعدد مکانات تباہ، جب کہ سات شہری شہید ہوگئے۔ اس سے اگلے دن ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے ڈاگہ ناصر خیل میں امریکی ڈرون حملے میں دو شہری شہید ہوئے۔

10 دسمبر کو حملہ آوروں اور افغان فوجیوں نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے شیخ آباد میں نوری اور کودی کے مقام پر چھاپہ مارا۔ گھروں کی تلاشی کے دوران دروازے توڑ دیے گئے۔ شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ کلینک کا تمام طبی سازوسامان لوٹ لیا گیا۔ اسی طرح گاؤں کے پیش امام سمیت سات افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن حملہ آوروں نے پکتیا کے ضلع زرمت کے مضافات میں مقامی لوگوں کی ایک گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں سوار ایک بچے سمیت 4 شہری شہید ہوگئے۔ اس سے اگلے دن صوبہ خوست کے ضلع مندوزی کے علاقے دورزی میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے ایک مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کا قیمتی سامان لوٹ لیا گیا، جب کہ 26 طالب علموں کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار کے علاقے صالح زئی میں امریکی اور افغان فورسز نے چھاپے کے دوران ایک گھر کے چار افراد کو شہید کر دیا۔

15 دسمبر کو مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے میٹنگ میں امریکی اور افغان فورسز نے ایک مدرسے پر چھاپہ مارا۔ چار طالب علموں کو شہید اور سات عام شہریوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اگلے دن صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے میاں رودی میں کٹھ پتلی فورسز کے کمانڈوز نے حملہ آوروں کی حمایت سے ایک مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کی عمارت تباہ کر دی گئی، جب کہ تین طلباء کو گرفتار کر لیا گیا۔

18 دسمبر کو ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج دشت میں افغان فورسز کے حملے میں دو معصوم بچے شہید اور تین زخمی ہوگئے۔ اسی دن صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات کے قریب شادو گاؤں میں افغان اہل کاروں نے ایک عالم دین 'مولوی منگل' کو شہید کر دیا۔ 19 دسمبر کو صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے علاقے جوی شور اور ضلع چمتال کے علاقے خدر خیل میں حملہ آوروں نے افغان فورسز کے ہمراہ چھاپہ مارا۔ 19 افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔

22 دسمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے شیوان میں افغان فورسز کی فائرنگ سے تین شہری شہید اور دو زخمی ہوگئے۔ اگلے دن صوبہ ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے قریب موسیٰ زئی میں حملہ آوروں نے چھاپے کے دوران دو افراد کو شہید اور تین کو حراست میں لے لیا۔

25 دسمبر کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے وزیر میرزا خیل میں امریکی اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران مقامی لوگوں کے گھروں سے قیمتی سامان لوٹ لیا۔ دو افراد کو شہید اور ایک کو شدید زخمی کر دیا۔ جب کہ دو افراد کو گرفتار کیا گیا۔ اگلے دن ننگرہار کے ضلع مومندرہ کے علاقے گردی غوث میں داعش کے مسلح افراد نے ایک مسجد اور ایک زیارت کو دھماکہ خیز مواد سے اُڑا دیا۔ اس سے ایک دن قبل بھی داعش کے مسلح افراد نے جلال آباد شہر میں ایک عالم دین مولوی سید حضرت حقانی کو شہید کر دیا تھا۔ اسی طرح چند ہفتے قبل داعش نے مومندرہ کی جامع مسجد میں دھماکہ خیز مواد سے پیش امام سمیت آٹھ نمازیوں کو شہید کیا تھا۔

29 دسمبر کو صوبہ جوزجان کے ضلع درزآب اور ضلع قوشتپہ میں داعش کے مسلح افراد نے 12 پیش امام حضرات کو اغوا کر لیا۔ جب کہ بعد ازاں ان میں سے چار کو شہید کر دیا۔

افغانستان جنوری 2018 میں

2018 کا آغاز قابض قوتوں کو نکالنے کے عزم سے ہوا۔ نئے سال کے پہلے ماہ مشترکہ دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اگرچہ موسم سرما کی سردی کی شدت بھی برقرار تھی، تاہم جہاد کا ماحول کافی گرم رہا اور دشمن پر خوف ناک حملے کیے گئے۔ دوسری جانب ٹرمپ کی حکمت عملی کے بعد دشمن کے وحشیانہ فضائی حملوں میں عام شہریوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان تمام اہم واقعات کی مزید تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

قابض دشمن کا جانی نقصان

مستند اور درست رپورٹس کے مطابق رواں سال جنوری میں بڑی تعداد میں قابض دشمن کے فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔ جب کہ دشمن بڑی بے شرمی سے اپنے فوجیوں کی ہلاکتوں سے انکار کر دیا۔ دشمن کے اعتراف کے مطابق اعداد و شمار کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

میڈیا پر شائع ہونے والی تفصیلات کے مطابق 3 جنوری کو قابض امریکا نے ننگرہار کے ضلع اچین میں اپنے ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ خبر میں مزید بتایا گیا کہ اس واقعے میں چار امریکی فوجی زخمی ہوئے تھے۔ 9 جنوری کو قندھار کے ضلع دامان میں قابض فوجیوں پر بم دھماکہ ہوا، جس میں متعدد رومانیائی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اسی طرح 11 جنوری کو ننگرہار کے ضلع اسپین غر میں کٹھ پتلی فوج میں شامل دو رابطہ کار مجاہدین نے فائرنگ کر کے موقع پر 16 امریکی فوجیوں کو ہلاک اور متعدد کو زخمی کر دیا۔ 20 جنوری کو کابل میں کانٹی نینٹل ہوٹل پر امارت اسلامیہ کے جانثار مجاہدین کے کامیاب حملے میں درجنوں غیر ملکی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یہ حملہ ایسے وقت کیا گیا، جب استعماری قوتوں کے اعلی حکام ایک اجلاس میں شریک تھے۔

کٹھ پتلی فورسز کے نقصانات

یکم جنوری کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا میں بم دھماکے میں ایک کمانڈر سمیت پانچ اہل کار ہلاک ہوئے۔ دو جنوری کو صوبہ فراہ کے ضلع پشت رود کا پولیس سربراہ ایک حملے میں مارا گیا۔ 21 جنوری کو صوبہ فراہ کے ضلع پشت رود پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں صوبائی پولیس چیف ہلاک ہو گیا۔ کابل میں ہوٹل پر حملے میں بھی کئی سینئر اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ پولیس، سکیورٹی فورسز اور لیویز کے درجنوں اہل کاروں کی ہلاکت کے علاوہ براہ راست جھڑپوں اور حملوں میں بھی بڑی تعداد میں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔

شہری ہلاکتیں اور وحشیانہ مظالم

یکم جنوری کو انسانی حقوق کے دفتر نے رپورٹ شائع کی کہ ہلمند میں شہریوں کی ہلاکتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال کے دوران 1895 شہری شہید ہوئے۔ امریکی صدر کی نئی حکمت عملی کے اعلان کے بعد شہری ہلاکتوں میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ دشمن کا خیال ہے کہ وہ مجاہدین کے ٹھکانوں کو نشانہ بناتا ہے۔ ان حملوں کے سلسلے میں 5 جنوری کو صوبہ جوزجان کے ضلع درزاب میں امریکی فضائی حملے میں 10 افراد شہید اور 4 زخمی ہوئے۔ 22 جنوری کو قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کی مشترکہ کارروائی میں قندوز کے ضلع چہاردرہ میں 46 گاؤں مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے۔ دشمن نے مجاہدین کے حملے کے خوف سے علاقے پر مزید بمباری کی اور پورا علاقہ تہس نہس کر دیا۔ درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے تھے۔

منصوری آپریشن

جنوری میں منصوری آپریشن کے تحت دشمن پر درجنوں چھوٹے اور بڑے حملے کیے گئے ہیں۔ یہاں چند اہم واقعات پیش خدمت ہیں:

2 جنوری 2018 کو کابل کے ضلع پغمان میں دشمن پر حملہ کیا گیا، جس میں متعدد پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 4 جنوری کو کابل کے علاقے مکروریان میں مجاہدین کے ایک کامیاب حملے میں کم از کم 30 پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق 3 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کو مجاہدین نے شکست دے کر پسپائی پر مجبور کیا۔ مشترکہ دشمن نے ضلع مارجہ میں گیارہ دن مسلسل آپریشن کیا، جس کو فضائیہ کی مدد بھی حاصل تھی، لیکن وہ مجاہدین کے شدید ردعمل سے دوچار ہوئے اور پسپائی اختیار کر لی۔ منصوری آپریشن کے تحت 9 جنوری کو قندھار کے ضلع دامان میں امریکی فوجیوں کے ٹینک پر ایک جانثار مجاہد نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں متعدد غیر ملکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 15 جنوری کو مجاہدین نے صوبہ فراہ میں پولیس اسٹیشن پر حملہ کیا، جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 20 جنوری کو کابل میں کانٹی نینٹل ہوٹل پر فدائی مجاہدین نے تب حملہ کیا، جب غیر ملکی اور اعلیٰ حکام ایک اجلاس میں شریک تھے۔ 27 جنوری کو ہلمند کے ضلع نادعلی میں پولیس ہیڈکوارٹر پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اسی روز کابل میں بھی وزارت دفاع کی سابقہ عمارت پر حملہ کیا گیا، جس میں تین سو سے زائد پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 29 جنوری کو کابل شہر میں ڈیفنس یونیورسٹی اور ملحق سرکاری عمارتوں پر حملے میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

امریکی فوج کی تعداد میں اضافہ

13 جنوری کو امریکا نے اعلان کیا کہ 700 سے زائد امریکی فوجی افغانستان میں تعینات کیے جائیں گے۔ کٹھ پتلی حکومت نے اس اعلان کا خیر مقدم کیا۔ تاہم امارت اسلامیہ نے واضح کیا کہ مزید امریکی فوجیوں کو تعینات کرنے سے جنگ میں مزید شدت آئے گی۔ یہ جنگ مزید طویل ہو جائے گی۔ دوسری جانب پارلیمنٹ کے ارکان نے بھی اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مزید امریکی فوجیوں کو تعینات کرنے سے قیام امن کی کوششیں سبوتاژ ہوں گی۔ روزنامہ میسر نے بھی اس اعلان کے ایک دن بعد اداریے میں واضح کیا کہ 'مزید فوجیوں کی تعیناتی سے جنگ ختم نہیں ہوگی، اس میں مزید شدت آئے گی۔ امریکا نے ایک جانب فوجی تعداد بڑھانے کا اعلان کیا اور اس حقیقت کا بھی اعتراف کیا کہ مجاہدین کے ساتھ جھڑپوں میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں میں بھی اضافہ ہوگا۔

اعتراف کا سلسلہ

دشمن نے پہلے بھی کچھ حقائق کا اعتراف کیا تھا۔ وہ اب بھی کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اعتراف کر رہا ہے۔ 9 جنوری کو صوبہ غزنی کے گورنر نے اعتراف کیا کہ غزنی میں مجاہدین کو عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ 14 جنوری کو صوبہ لوگر کے گورنر نے تعلیم کے حوالے سے مجاہدین کے اقدامات کو سراہا اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ 16 جنوری کو قابض فوج کے کمانڈر جنرل نکلسن اور اشرف غنی نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے قابض قوتوں کی شکست کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔ نکلسن نے اعتراف کیا کہ وہ کابل میں شدید حملوں کی زد میں ہیں۔ اسی طرح اشرف غنی نے بھی اعتراف کیا کہ ہم محاصرے کی حالت میں ہیں۔ اگر قابض فوج افغانستان چھوڑ دے تو ہماری حکومت چھ ماہ سے زیادہ قائم نہیں رہ سکتی۔ ان اعترافات کے بعد 17 جنوری کو واشنگٹن پوسٹ اخبار نے رپورٹ شائع کی کہ افغانستان میں گزشتہ ایک ماہ کے دوران امریکا نے سیکڑوں فضائی حملے کیے، لیکن ان کا نتیجہ امریکا کی ناکامی ہی رہا۔ ان فضائی حملوں نے صورت حال میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں لائی۔ 25 جنوری کو افغانستان میں حملہ آوروں کے کمانڈر جیمز ہیکر نے کہا کہ وہ افغانستان میں فضائی حملوں میں مزید شدت لائیں گے۔ 30 جنوری کو بی بی سی نے خبر لگائی کہ کابل انتظامیہ کی عمل داری صرف 30 فیصد پر قائم ہے۔ باقی 70 فیصد رقبہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔

نااہل حکومت

گزشتہ 16 سالوں سے امارت اسلامیہ اس حقیقت پر زور دیتی رہی ہے کہ کابل انتظامیہ کے پاس کوئی صلاحیت اور اختیار نہیں ہے۔ اس لیے اس ادارے کے ساتھ مذاکرات کرنا وقت کا ضیاع اور غیر مفید ہے۔ مذاکرات صرف امریکا کے ساتھ کیے جائیں گے۔ وہی اس معاملے میں اہم فریق ہے۔ 30 جنوری کو امریکی صدر ٹرمپ نے اعلان کیا کہ مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کے مذاکرات نہیں کیے جائیں گے۔ امارت اسلامیہ نے اس اعلان کے رد عمل میں کہا کہ ثابت ہوتا ہے کہ کابل انتظامیہ کے پاس صلاحیت اور اختیار نہیں ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ نے گزشتہ برسوں میں اس کے ساتھ مذاکرات کے بجائے جنگ کا موقف اپنایا تھا، جو درست ثابت ہوا۔

بغاوت کی لہر

دو ماہ سے زائد عرصہ گزر گیا ہے کہ کابل انتظامیہ نے صوبہ بلخ کے گورنر کو برطرف کر دیا ہے۔ جب کہ حکومت ابھی تک گورنر کو برطرف کرنے کے اپنے حکم پر عمل درآمد کو یقینی نہیں بنا سکی۔ یہ صرف بلخ کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ 2 جنوری کو قندھار پولیس کے سربراہ جنرل عبدالرازق نے بھی اعلان کیا کہ مجھے برطرف کرنا کابل انتظامیہ کے بس کی بات نہیں ہے۔

کابل فوج کے ٹینکوں پر داعش کے جھنڈے

6 جنوری کو جلال آباد شہر میں کٹھ پتلی فورسز کے ٹینکوں پر داعش کے جھنڈے لہراتے دیکھے گئے ہیں۔ اس سے یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ افغانستان میں داعش امریکا کا منصوبہ ہے۔ درپردہ امریکا ملوث ہے۔ افغانستاان میں داعش حقیقت نہیں، بلکہ ایک ڈرامہ ہے۔ اس سے قبل بھی ایسے شواہد ملے تھے کہ داعش کے ساتھ امریکا اور افغان سکیورٹی اور دفاعی اداروں کی جانب سے براہ راست تعاون کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں 11 جنوری کو ایک بار پھر مشترکہ فورسز نے ننگرہار میں داعش کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری کی۔

جمہوریت نے لوگوں کو کیا دیا؟

23 جنوری کو سیگار نے کابل انتظامیہ کی فورسز کی جانب سے بچوں پر جنسی تشدد کے حوالے سے رپورٹ شائع کی۔ رپورٹ کے مطابق 2010 سے اب تک فورسز کی جانب سے بچوں پر جنسی تشدد کے 75 واقعات رجسٹرڈ ہو چکے ہیں۔ 24 جنوری کو امریکا کے اعلیٰ حکام نے تسلیم کیا کہ گزشتہ چھ برسوں میں افغان فورسز کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے 1000 واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ سیگار نے وقتاً فوقتاً حقائق پر مبنی کچھ رپورٹس شائع کی ہیں۔ 30 جنوری کو میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ امریکا نے سیگار پر افغانستان کے بارے میں معلومات کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے۔

پولیس اور عوام کی خدمت کا غلط دعوی

مختلف ادوار میں فوج، پولیس اور دیگر محکموں کے اہل کاروں کی جانب سے چوری، اغوا، قتل اور دیگر جرائم کے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ 2 جنوری کو میڈیا نے صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں ڈکیتی کی واردات میں ملوث چھ پولیس اہل کاروں کی گرفتاری کی خبر شائع کی۔ 17 جنوری کو وزارت داخلہ نے اعتراف کیا کہ اس ادارے کے کچھ افراد اور پولیس فوج داری مقدمات میں ملوث ہیں۔

بچوں کا کھیل

جب کابل انتظامیہ کی جانب سے امن مذاکرات کا ڈرامہ ناکام ہوا تو کچھ دکان داروں نے مجاہدین جیسے کپڑے زیب تن کر کے ترکی کے اجلاس میں شریک کی۔ انہوں نے خود ساختہ اعلان کیا کہ امارت اسلامیہ نے حکومت کے نمائندوں سے مذاکرات کیے ہیں۔ سب سے پہلے امارت اسلامیہ نے یہ دعوی مسترد کیا اور آخر تمام عوام کے سامنے بچوں کا یہ کھیل بے نقاب ہو گیا۔

ماہ ربیع الثانی میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	44	1		2	73	34	34	1	4	1
2-	ہلمند	106	1			328	155	61	19	24	1
3-	زابل	42				71	18	13		1	
4-	روزگان	15	0		0	28	43	12	3	2	0
5-	فراہ	46				99	43	10		1	
6-	غور	4	0		0	1	6	0	0	0	0
7-	ہرات	31	0	2	4	65	44	14	2	1	0
8-	نیمروز	16	0		0	11	2	10	0	0	0
9-	بادغیس	32	0		0	21	16	2	2	2	0
10-	فاریاب	35				50	32	9	3	6	
11-	کونڑ	44				13	21	5		0	
12-	ننگرہار	21	1	20	4	47	19	7	11	5	
13-	لغمان	10	0		0	13	11	0	2	0	0
14-	نورستان	4				7	8	1		0	
15-	کابل	11	0		0	12	24	3	0	0	0
16-	میدان وردگ	19				19	15	4		2	
17-	غزنی	69				144	85	25	1	3	
18-	خوست	25				47	19	9		0	
19-	لوگر	20				54	21	10		0	
20-	کاپیسا	7				12	9	2		0	
21-	پروان	4	0		0	3	10	1	0	0	0
22-	پکتیکا	9	0	2	0	17	18	2	2	0	0
23-	پکتیا	9				14	14	5		0	
24-	قندوز	12				48	42	6		0	
25-	بغلان	10				22	16	4		0	
26-	تخار	1				2	3	0		0	
27-	سمنگان										
28-	بدخشان										
29-	بامیان										
30-	بلخ	21				29	24	5	1	2	
31-	جوزجان										
32-	دای کنڈی	4				7	3	0		0	
33-	سرپل	3				8	2	0		0	
34-	پنج شیر										
مجموعہ		674	3	24	10	1265	757	254	47	53	2

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year February 2018

رب جس کا مدد گار ہو جائے۔۔!

کفار و منافقین کی جانب سے سامنے آنے والے مصائب و مشکلات۔۔۔ بندشیں اور رکاوٹیں۔۔۔ گولیوں اور گولوں کی بارش کے باوجود ماہنامہ شریعت 6 سال کا ہو رہا ہے۔ یقیناً یہ اللہ رب العزت کی غالب تدبیر کی کھلی نشانی ہے۔

کاش! کفار و منافقین سمجھیں کہ رب تعالی جس کا ساتھی و مدد گار ہو جاتا ہے، کامیابی اس کے لیے مقدر ہو جاتی ہے۔